الھدیٰ (187)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ النساء (آیت 4 تا 6)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ④ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ
اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ⑤ وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰی حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ
رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ
بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ⑥﴾

’’اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اُسے ذوق شوق سے کھالو۔ اور بے عقلوں کو اُن کا مال جسے اللہ نے تم لوگوں کے لیے سبب معیشت بنایا ہے مت دو (ہاں) اس میں سے اُن کو کھلاتے اور پہناتے رہو اور اُن سے معقول باتیں کہتے رہو۔ اور یتیموں کو بالغ ہونے تک کام کاج میں مصروف رکھو' پھر (بالغ ہونے پر) اگر اُن میں عقل کی پختگی دیکھو تو اُن کا مال اُن کے حوالے کر دو' اور اس خوف سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے (یعنی بڑے ہو کر تم سے اپنا مال واپس لے لیں گے) اس کو فضول خرچی اور جلدی میں نہ اڑا دینا۔ جو شخص آسودہ حال ہو اُس کو (ایسے مال سے قطعی طور پر) پرہیز رکھنا چاہیے اور جو بے مقدور ہو وہ مناسب طور پر (یعنی بقدرِ خدمت) کچھ لے لے' اور جب ان کا مال اُن کے حوالے کرنے لگو تو گواہ کر لیا کرو' اور حقیقت میں تو اللہ ہی (گواہ اور) حساب لینے والا کافی ہے۔‘‘

اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ دیا کرو' اس کو تاوان نہ سمجھو۔ صدقہ کی جمع صَدَقات ہے جبکہ یہاں صَدُقات ہے جو صِداق کی جمع ہے اور اس کا معنی مہر ہے۔ پھر اگر وہ خود اپنی آزاد مرضی سے اس میں سے کوئی چیز تمہیں دے دیں یعنی مہر آپ نے ادا کر دیا مگر بیوی نے اُس میں سے کچھ خوش دلی کے ساتھ بطور ہدیہ یا تحفہ آپ کو واپس کر دیا تو اس کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ تم اسے ذوق شوق سے کھاؤ' استعمال میں لاؤ مگر اس میں کسی طرح کی زبردستی یا جبر ہرگز نہ ہو۔

اگر ماں باپ بہت سا مال چھوڑ گئے ہیں اور وارث یا تو بچہ ہے یا بگڑا ہوا آوارہ نوجوان ہے تو ایسی صورت میں مال اُن کے حوالے نہیں کرنا۔ اگرچہ یہ مال وارث کا ہے لیکن یہاں اَمْوَالَكُمْ کہہ کر یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ مال بے شعور' آزاد خیال یا بے وقوف کے سپرد کر دیں گے تو وہ ضائع کر دے گا۔ درحقیقت یہ تمہارا مال ہے یعنی اس مال کا نقصان سارے معاشرے کا نقصان ہے' تو اس مال کو تلف ہونے سے بچانا تمہاری ذمہ داری ہے۔ اس طرح کے لوگوں کے مال اُن کے حوالے نہ کرو بلکہ انہیں اپنی نگرانی میں رکھو کہ یہ مال تمہارے لئے دنیا میں گزر اوقات کا ذریعہ ہے۔ ہاں انہیں اس مال میں سے کھانے پینے اور پہننے کی سہولت فراہم کرو اور ان سے بات نرم اور اچھے لہجے میں کرو۔ اسی اصول کے تحت برصغیر میں کوئی نواب یا جاگیردار مر جاتا تو انگریزوں کی حکمرانی کے دوران اس قسم کے وارثوں پر حکومت کی طرف سے نگران مقرر کر دیا جاتا اور وارث کے لئے جائیداد کی سالانہ آمدنی میں سے اُس کا وظیفہ مقرر ہو جاتا اور جائیداد محفوظ رہتی تاکہ یہ اُن کی آئندہ نسل کے کام آسکے۔

اور یتیموں کی جانچ پرکھ کرتے رہو۔ دھیان رکھو کہ اُن کے اندر شعور پیدا ہو گیا ہے کہ وہ اپنے برے بھلے کی پہچان کر سکیں۔ جب تم دیکھو کہ اب وہ باشعور ہو گئے ہیں تو اب اُن کے مال اُن کے حوالے کر دو۔ اور احتیاط ملحوظ رکھو اور اس مال کو کھانے کی کوشش نہ کرو کہ جلدی جلدی سے اُن کا مال ہڑپ کرنے لگو' اس خیال سے کہ بڑے ہو جائیں گے تو ان کا مال ان کو دینا ہے' اس سے پہلے پہلے اُن کا مال جتنا کھا سکیں کھا لیں۔

اگر کسی یتیم کا ولی مالدار ہے تو ایسے شخص کے لئے یتیم کے مال میں سے کچھ بھی لینا درست نہیں بلکہ اُسے یتیم کے مال سے بچ کر رہنا چاہیے اور اگر کوئی ولی تنگدست اور محتاج ہے تو وہ یتیم کی پرورش کے عوض اُس کے مال میں سے مناسب مقدار میں کھا سکتا ہے۔ اسلام کی تعلیم بالکل فطری ہے' اس میں وہ پابندیاں نہیں جن پر عمل کرنا ممکن نہ ہو۔

پس جب تم اُن کے مال اُن کے حوالے کر دو تو اس وقت گواہ بنا لو کہ یہ چیزیں جو میری تحویل میں تھیں میں اس کے حوالے کر رہا ہوں۔ یہ تو دنیا کا معاملہ ہے' اس کے لئے لکھنا اور شہادت ضروری ہے۔ باقی اصل حساب تو تمہیں اللہ کے ہاں دینا ہے اُس کی فکر کرنی ضروری ہے۔

فرمانِ نبوی

چودھری رحمت اللہ بٹر

امارت کی ذمہ داری

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : ((یَا اَبَا ذَرٍّ اِنِّیْ اَرَاكَ ضَعِیْفًا وَاِنِّیْ اُحِبُّ لَكَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِیْ فَلَا تَاَمَّرَنَّ عَلٰی اثْنَیْنِ وَلَا تَوَلَّیَنَّ مَالَ یَتِیْمٍ)) (مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ’’ابوذر! میں تجھے کمزور آدمی سمجھتا ہوں' میں تیرے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں' تو دو آدمیوں پر بھی ’’امیر‘‘ نہ بن اور نہ تو یتیم کے مال کی نگرانی اور سرپرستی کر‘‘۔

حضور ﷺ نے حضرت ابوذر غفاری ؓ کو یہ مشورہ دیا کہ تم ایک کمزور اور ناتواں آدمی ہو' کسی علاقہ کی امارت تو کجا اگر صرف دو آدمی تمہیں اپنا امیر بنانا چاہیں تو صاف انکار کر دینا کیونکہ امیر ہونے کی حیثیت سے جو ذمہ داریاں تم پر عائد ہوں گی تم ان سے عہدہ برآ نہ ہو سکو گے۔ اس کے علاوہ کسی یتیم کی جائداد کی نگرانی اور تولیت کا بوجھ بھی اپنے ناتواں کندھے پر نہ رکھنا۔ یہ مشورہ احساس ذمہ داری اور آخرت کے دن اللہ کی عدالت میں جوابدہی کے عقیدہ پر مبنی ہے۔

تا خلافت کی بنأ ' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

شمارہ	26 مئی تا یکم جون 2005ء	جلد
19	17 تا 23 ربیع الثانی 1426ھ	14

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ: 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ......250 روپے
بیرونِ پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے
☆☆☆
''ادارہ'' کا تمام مضمون نگار حضرات کی رائے سے
متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

اوراب ازبکستان

عالم اسلام میں یوم سیاہ منانے کے لیے ایک اور دن کا اضافہ ہو گیا ہے۔ 13 مئی بروز جمعۃ المبارک ازبکستان میں وادی فرغنہ کے ایک قصبہ انڈیجان میں عوام کا جم غفیر 23 تاجروں کی گرفتاری کے خلاف مظاہرہ کر رہا تھا کہ فوج نے مظاہرین پر براہِ راست فائرنگ کر کے قتل عام شروع کر دیا۔ حکومتی ذرائع کے مطابق اسلامی دہشت گردوں نے جیل پر حملہ کر دیا تھا لہٰذا فوج کو گولی چلانی پڑی جس سے صرف 169 افراد ہلاک ہوئے۔ جبکہ آزاد ذرائع کے مطابق تین ہزار افراد لاپتہ ہیں جن میں سے ایک ہزار افراد یقیناً مارے جا چکے ہیں اور بے شمار زخمی ہیں۔ ان میں عورتوں اور بچوں کی ایک بڑی تعداد شامل ہے۔ اس عوامی مظاہرہ کا اہتمام چونکہ حزب التحریر نے کیا تھا لہٰذا حکومت نے تمام مظاہرین کو مغربی میڈیا کے سامنے اسلامی دہشت گردوں کے طور پر پیش کیا۔ ازبکستان ری پبلک قریباً ساڑھے چار لاکھ کلو میٹر رقبہ پر محیط ہے۔ دارالحکومت تاشقند ہے۔ کل آبادی 2 کروڑ 50 لاکھ نفوس پر مشتمل ہے جن میں سے 88 فیصد مسلمان ہیں اور 9 فیصد عیسائی ہیں۔ مسلمانوں کا یہ ملک اگرچہ گیس' پٹرولیم' سونا' تانبا' کوئلہ' یورینیم اور جست جیسی معدنی دولت سے مالا مال ہے لیکن عوام کی اکثریت غربت اور بے روزگاری کا شکار ہے۔ مسلم جمہوریہ ازبکستان کے صدر اسلام کریموف ہیں جو سویت یونین کی شکست و ریخت سے پہلے بھی کمیونسٹ رہنما کی حیثیت سے اقتدار میں تھے۔ سویت یونین سے علیحدگی کے بعد انہوں نے جمہوری لبادہ اوڑھ لیا۔ ایک عدد ریفرنڈم کا ڈھونگ رچایا اور دوسرے آمروں کی طرح 95 فیصد سے زائد ووٹ حاصل کر کے ازبکستان کے سیاہ و سفید کے مالک بن گئے۔ امریکی سی آئی اے نے سویت یونین کی توڑ پھوڑ میں جو رول ادا کیا تھا وہ اب راز نہیں رہا۔ وسط ایشیا کی آزاد ہونے والی ان تمام ریاستوں میں امریکہ نے اپنے پاؤں جما لیے۔ مسلم ازبکستان کی جغرافیائی حیثیت' معدنی دولت اور اسلامی پس منظر اور تہذیب وثقافت کے باعث واشنگٹن نے اس ریاست پر خصوصی توجہ دی اور اسلام کریموف کی آمرانہ اور ظالم حکومت کی مکمل پشت پناہی کی۔ اس کے بدلے وہاں فوجی اڈے حاصل کیے۔ نائن الیون کے بعد جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو اسلام کریموف نے امریکہ کی آنکھ کا تارا بننے کے لیے اُسے اپنے ملک میں تمام تر سہولیات دیں۔ افغان جنگ کے بعد اسلام کریموف کو واشنگٹن یاترا کی خصوصی دعوت دی گئی اور انہیں 500 ملین ڈالر کی امداد دینے کا اعلان بھی کیا گیا۔ امریکہ نے اسلام کریموف کی حکومت سے خصوصی تعلقات کی بنا پر 13 مئی کے قتل عام کی نہ صرف تشہیر نہ کی بلکہ اس پر پردہ ڈالنے کی باقاعدہ کوشش کی گئی۔

امریکہ جب سے عالمی سطح پر ایک سپر پاور کی حیثیت سے ابھرا ہے اُس کی پالیسی پر سرسری نگاہ بھی ڈالی جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ سرمایہ دارانہ جمہوریت اس کا دین وایمان ہے اور اس نظام کے راستے میں جو رکاوٹ بھی آئے گی وہ اسے تہہ و بالا کر دے گا اور نظریاتی سطح پر وہ اپنا کوئی مدمقابل برداشت نہیں کر سکتا۔ کیمونزم نظریاتی طور پر سرمایہ دارانہ نظام کا دشمن تھا۔ 1917ء کے بالشویک انقلاب کے بعد اس سرمایہ دار دشمن نظام نے سویت یونین اور مشرقی یورپ میں عملاً اپنے پاؤں جما لیے تھے اور ایک سپر پاور کی حیثیت سے بعض مواقع پر امریکہ کو للکارا تھا۔ لہٰذا امریکہ نے اُسے اپنا پہلا ٹارگٹ بنایا۔ کیمونزم چونکہ ایک ملحد نظام تھا لہٰذا امریکہ نے دنیا کو اس کے خلاف مذہب کی بنیاد پر متحد کیا۔ خصوصاً مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو expolite کیا اور بڑی عیاری سے انہیں اپنے دشمن سے ٹکرا دیا۔ اسلام بھی چونکہ ایک مکمل نظام ہے اور سرمایہ پرست ذہنیت کا بدترین دشمن ہے' چنانچہ اگلا ٹارگٹ وہ ٹھہرا۔ عالم اسلام کے خلاف امریکہ کی جنگی پالیسی یہ نظر آتی ہے:
(1) کسی اسلامی ملک میں مقبول عوامی قیادت قائم نہ ہونے دی جائے' چونکہ غیر مقبول عوامی قیادت بیرونِ ملک سہارے ڈھونڈتی ہے لہٰذا امریکہ اُسے سہارا مہیا کر کے اپنے مفادات آسانی سے حاصل کرتا ہے۔ (2) پہلے اُن اسلامی ممالک کو ٹارگٹ بنایا جائے جو معدنی دولت سے مالا مال ہیں اور جہاں احیائے اسلام کی تحریکیں بڑی زور آور ہو چکی ہیں' یا کم از کم مضبوط جڑ اور بنیاد رکھتی ہیں۔ افغانستان اور عراق پر حملہ آور ہونے کی یہی وجوہات ہیں۔ ایک اسلام کا گڑھ بن رہا تھا اور دوسرا سیال سونا اُگل رہا تھا۔ ان ہی بنیادوں پر ایران پر حملہ آور ہونے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ صرف عراق میں ہونے والی غیر متوقع مزاحمت کی وجہ سے کارروائی ملتوی کی گئی ہے۔ پاکستان مذکورہ بالا امریکی مفادات کے حوالے سے بہت اہم ہے' خصوصاً صوبہ سندھ' بلوچستان بہت اہم ہیں' پنجاب سے انہیں کوئی غرض نہیں۔ صوبہ سرحد میں انہیں محض ایک امریکہ دوست حکومت کی ضرورت ہے' تاکہ افغانستان کے معاملات کو آسانی سے ہینڈل کیا جا سکے۔ البتہ پاکستان کی ایٹمی قوت انہیں بری طرح کھٹکتی ہے۔ امریکہ کی جنگی پالیسی اور جنگی حکمت عملی کا جائزہ لینا اس لیے ضروری ہے تاکہ مزاحمت اور مدافعت کے طریقوں پر غور کیا جائے۔ سب

(باقی صفحہ 8 پر)

سید قاسم محمود

ایک نوجوان کے نام

ترے صوفے ہیں افرنگی‘ ترے قالیں ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی!
امارت کیا‘ شکوہِ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل!
نہ زورِ حیدریؓ تجھ میں نہ استغنائے سلمانیؓ
نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلی میں
کہ پایا میں نے استغنا میں معراجِ مسلمانی
عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں!
نظر آتی ہے اس کو اپنی منزل آسمانوں میں
نہ ہو نومید‘ نومیدی زوالِ علم و عرفاں ہے
امیدِ مردِ مومن ہے خدا! کے رازدانوں میں
نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے! بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں!

چھ اشعار پر مشتمل یہ نظم ''بالِ جبریل'' کے ''حصہ منظومات'' میں سولھویں نمبر پر ہے۔ اس نظم میں اقبال نے نوجوانانِ ملت کو یہ تعلیم دی ہے کہ انہیں آرام طلب اور تن آسان نہیں‘ محنتی اور جفاکش ہونا چاہیے۔ مسلمان کی حیثیت سے جب اُن کو قوتِ حیدریؓ اور استغنائے سلمانیؓ ورثے میں ملا ہے‘ تو ضروری ہے کہ اُن کی نظر وسیع اور ہمت بلند ہو۔ وہ نا اُمیدی اور حسرت و یاس کو اپنے قریب نہ پھٹکنے دیں۔ علم و عرفان‘ باطنی تہذیب اور اخلاقی شائستگی کے زوال سے دل میں نا اُمیدی پیدا ہوتی ہے۔ آخری شعر میں یہ سبق دیا ہے کہ ہمارے نوجوانوں کو حکمرانوں اور بادشاہوں کا دست نگر بننے کی بجائے خود اعتمادی اور خودی کو اپنا رہنمائے حیات بنانا چاہئے۔ فرداً فرداً اشعار کی تشریح یہ ہے:

(1) اے نوجوان! تو نے اپنے لیے یورپی وضع کے آرام دہ صوفے بنوائے ہیں۔ تیرے لیے ایران کے بیش قیمت قالین فراہم کیے گئے ہیں‘ یعنی تُو نے اپنے لیے آرام پسندی‘ عیش و عشرت اور امیری کی نمائش کے بہترین سامان جمع کیے ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ تجھے تعیش اور آرام پسندی کے سوا کسی چیز سے کوئی غرض نہیں۔ میں جب اپنے جوانوں کو آرام پسندی اور تساہل کی زندگی کا پرستار دیکھتا ہوں تو میری آنکھیں خون کے آنسو رونے لگتی ہیں۔ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ آج کے مسلم نوجوانوں کو حد درجہ ذمہ دار‘ محنتی اور جفاکش ہونا چاہئے۔

(2) زورِ حیدریؓ: حضرت علیؓ کی قوت و طاقت۔

استغنائے سلمانیؓ: حضرت سلمان فارسیؓ کی بے نیازی۔ ہر قسم کی احتیاج سے ماوراء۔

مانا کہ تو رئیس زادہ ہے‘ تیرے پاس بڑی دولت ہے۔ آرام و تعیش کی ہر چیز تجھے میسر ہے لیکن مال و دولت اور سامانِ آسائش کی فراوانی کیا حیثیت رکھتی ہے؟ امارت تو رہی ایک طرف‘ بادشاہت اور اُس کی شوکت و جلالت بھی مل جائے تو اس سے کیا حاصل ہوگا۔ تیری حقیقی شان اس میں ہے کہ اپنے اسلاف کے خاص جوہر اپنے اندر پیدا کر لے۔ مثلاً تجھ میں حضرت علی حیدرؓ کی سی طاقت و قوت ہونی چاہئے جو تجھ میں بالکل نہیں ہے۔ تجھ میں حضرت سلمان فارسیؓ کا سا صبر و استغنا ہونا چاہئے‘ جو تجھ میں ناپید ہے۔ بے نیازی‘ خودداری اور صبر کے ساتھ ساتھ غیر معمولی طاقت‘ یہی مسلمان نوجوان کی اصل شان ہے‘ جو تجھ میں بالکل مفقود ہے۔

(3) دنیوی مفادات سے بے نیازی ایسی چیز نہیں کہ عصرِ حاضر کی مادہ پرست مغربیت سے مل سکے‘ جس کی بنیاد ہی ذاتی مفادات پر رکھی گئی ہے۔ مغربی تہذیب میں حرص و ہوس اور نفسانی خواہشات کے سوا کسی چیز کی تربیت نہیں ہوتی۔ لیکن اسلام میں تو دنیاوی دولت سے بے نیازی ہی انسانیت کی معراج ہے۔ اسلام کی پہلی تعلیم تو یہ ہے کہ انسان ہر کام کو اللہ کی عبادت سمجھ کر انجام دے۔ اللہ کی عبادت دنیاوی مفادات کے لیے نہیں کی جاتی۔ انسان کا دل ہر قسم کے مفادات سے بلند اور پاک ہونا چاہئے۔

(4) سب نوجوانوں میں قوتِ ارادی اور حوصلہ مندی کا خاص جوہر پیدا ہوتا ہے تو وہ عقاب کی طرح آسمان کی پہنائیوں میں بلند پروازی کو منزلِ مقصود بنا لیتے ہیں۔ اقبال کا مقصود یہ ہے کہ ہمت و حوصلہ‘ اور عزم و ارادہ کے لحاظ سے مسلمان نوجوانوں کی منزل کم از کم آسمانوں میں پرواز کرنے کے برابر ہونی چاہئے۔ عزم و ہمت کے بغیر جدوجہد کامیاب نہیں ہو سکتی اور انسان ترقی نہیں کر سکتا۔

(5) اے نوجوان! اگر تجھے حالات موافق اور سازگار نظر نہیں آتے تو نا اُمید نہ ہو‘ اس لیے کہ نا اُمیدی علم و عرفان کے زوال یعنی دل و دماغ کے حقیقی جوہر کے زائل ہو جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ اُس کی امید کا چراغ کبھی نہیں بجھتا‘ اسی لیے کامیاب و کامران ہوتا ہے۔ مومن کا کام لگاتار جدوجہد کرنا ہے۔ یہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ جدوجہد کب منزلِ مقصود پر پہنچے گی۔ امید کا قائم رہنا جدوجہد رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ امید اس لیے خدا کی رازداں ہے کہ آخر کار انسان جدوجہد سے منزلِ مراد کو پہنچتا ہے۔

(6) اے نوجوان! اے میرے شاہین‘ بادشاہ‘ اور امراء و رؤسا کے محل اور شاندار عمارات میں آرام دہ صوفوں پر تعیش کی زندگی بسر کرنا تیرا منصب نہیں۔ تو شاہین ہے‘ خودی رکھتا ہے‘ خوددار ہے۔ اگر تو زورِ حیدریؓ اور استغنائے سلمانیؓ رکھتا ہے‘ تو بلند پروازی اپنا شعار بنا‘ اور قیام بھی کرنا ہو تو پہاڑوں کی سنگلاخ چٹانوں پر!

تذکیر بالقرآن کا خوبصورت نمونہ

بحوالہ سورۃ الاعلیٰ

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے 4 مئی 2005ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ جمعہ کا اصل مقصد تذکیر' وعظ' یاددہانی' نصیحت اور قرآن مجید کا پیغام پہنچانا ہے۔ یہ اصل میں تعلیم بالغاں کا ایک نظام ہے۔ جو لوگ اللہ کی توحید کو مان چکے' جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کو مان لیا کہ وہ اللہ کے رسولؐ ہیں' جنہوں نے مان لیا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے' اس کی جانب سے نوعِ انسانی کے لیے ہدایت نامہ ہے' اب ہر ہفتے وہ لوگ جمع ہوں اور قرآن کا مطالعہ کریں' اللہ کے اس پیغام کو سمجھیں' اس سے اپنے ایمان کو تازہ کریں' جو فکری اور عملی رہنمائی قرآن نے دی ہے' اس سے فائدہ اٹھائیں۔ چنانچہ چھ سات خطباتِ جمعہ میں ہم نے خطبہ جمعہ کے عربی متن کو سمجھنے کی کوشش کی کہ اس کا مفہوم کیا ہے۔ اس کے بعد ہم نے سورۂ ''ق'' کا مطالعہ کیا۔ اس لیے کہ خطبہ جمعہ کے حوالے سے آنحضور ﷺ کا معمول ہمارے سامنے آیا کہ خطبہ جمعہ میں آپؐ سورۂ ق کی آیات کے ذریعے تذکیر فرمایا کرتے تھے۔

جمعہ کے حوالے سے ایک چیز اور ہمارے سامنے آتی ہے کہ جمعہ کے روز فرض نماز کی دو رکعتوں میں آنحضور ﷺ بالعموم سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے' اور نہ صرف یہ کہ جمعہ میں آپ ﷺ کا یہ معمول تھا بلکہ عیدین میں بھی آپؐ کا اکثر یہی معمول تھا۔ اس کی کیا حکمت ہے؟ یقیناً ہم ان حکمتوں کا احاطہ نہیں کر سکتے' لیکن ایک بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ خطبہ جمعہ ہو یا خطبہ عید' وہ تذکیر کا پروگرام ہے' اور ان دونوں سورتوں میں آنحضور ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ تذکیر کرتے رہیے' سورۃ الاعلیٰ میں یہ آیت آئی ہے: ﴿فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝۹﴾ اے نبیؐ! آپ ان کو سمجھاتے رہیے' تذکیر کرتے رہیے' وعظ فرماتے رہیے۔ اگر آپ محسوس کریں کہ وعظ کا کوئی فائدہ ہے' یعنی جو سننے والا ہے اس میں کچھ آمادگی ہے' وہ توجہ سے سن رہا ہے تو ضرور سمجھایئے' سمجھاتے رہیے۔ سورۂ غاشیہ میں یہی مضمون اس سے بھی زیادہ تاکید کے ساتھ آیا ہے۔ فرمایا: ﴿فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝۲۱ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝۲۲﴾ (اے نبیؐ!) آپ تو تذکیر کرتے رہیے' وعظ فرمایئے' سمجھایئے کہ آپ کا کام ہی سمجھانا ہے' لیکن آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔ آپ زبردستی کسی کو راہِ ہدایت پر نہیں لا سکتے۔ یہ کام اللہ نے آپ کو نہیں دیا۔ آپ کا کام ہے پہنچا دینا۔

خطبہ جمعہ چونکہ تذکیر بالقرآن ہی کا پروگرام ہے لہٰذا اس مناسبت سے یہ دو سورتیں آنحضور ﷺ جمعہ کی نماز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ پہلی سورت کا مطالعہ ان شاء اللہ آج ہم کریں گے' اور اللہ نے توفیق دی تو سورۂ غاشیہ کا مطالعہ اگلی مرتبہ ہوگا۔ یہ دو سورتیں قرآن مجید میں تیسویں پارے کے بالکل وسط میں واقع ہیں اور ایک جوڑے کی شکل میں ہیں' جڑواں سورتیں ہیں' یعنی ان کے مضامین میں ظاہری اور معنوی دونوں مشابہتیں موجود ہیں۔

آیئے اب مطالعہ کا آغاز کرتے ہیں' فرمایا: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝۱﴾ ''تسبیح کرو اپنے رب کے نام کی کہ جو الاعلیٰ ہے''۔ یہ لفظی ترجمہ ہے۔ تسبیح کا مطلب ہے پاکی بیان کرنا۔ یہ قرآن مجید کی ایک بہت اہم اصطلاح ہے۔ قرآن مجید معرفتِ رب کے حوالے سے دو الفاظ استعمال کرتا ہے' تسبیح اور تحمید۔ سب کو معلوم ہے تسبیح کیسے کی جاتی ہے: ''سبحان اللہ'' اور تحمید کا کیا انداز ہے: ''الحمدللہ''۔

ایک حدیث میں یہ مضمون آیا کہ تسبیح سے معرفتِ رب کی میزان نصف ہو جاتی ہے۔ یعنی انسان اللہ کی جو کچھ معرفت حاصل کر سکتا ہے اس کی نصف معرفت اس کلمے سے حاصل ہو جاتی ہے اگر واقعی سمجھ کر کلمہ ''سبحان اللہ'' زبان سے نکالے۔

تسبیح میں تنزیہہ کا پہلو غالب ہے۔ یعنی ہم جب کہتے ہیں ''سبحان اللہ'' تو اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے' منزہ ہے ہر عیب سے' ہر نقص سے' ہر کمی سے' ہر کوتاہی سے۔ دوسرے لفظوں میں وہ ایک ذات کامل ہے۔ مخلوقات میں سے کوئی بھی کامل نہیں' کامل ذات ایک ہی ہے۔ اس میں نہ کوئی نقص ہے' نہ کوئی عیب' نہ کوئی خامی' نہ کوئی کمی' نہ کوئی کوتاہی۔ اور تحمید کیا ہے؟ حدیث کے الفاظ آتے ہیں کہ کلمہ ''الحمدللہ'' سے میزانِ معرفت پُر ہو جاتی ہے۔ تحمید یہ ہے کہ نہ صرف وہ ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے بلکہ ہر خیر' خوبی' بھلائی کا سرچشمہ وہی ذات ہے۔ کائنات میں جو حسن ہے' اچھائی ہے وہ سب کی سب اسی کی ذات کا عکس ہے' اسی سے مستعار ہے۔ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝۱﴾ ''تسبیح کیا کرو اپنے رب کے نام کی وہ رب کہ جو الاعلیٰ ہے''۔ یعنی کلمہ سبحان اللہ زبان سے تکرار اور اعادے کے ساتھ ادا کرتے رہیے۔ الاعلیٰ کا لفظی ترجمہ ہوگا جو سب سے اونچا اور سب سے برتر ہے' باقی سب ہر پہلو سے' ہر اعتبار سے اس کے نیچے ہیں۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وہ تو اپنے وجود کے لیے اُسی کا محتاج ہے۔ کسی کا وجود اور کسی کی صفات ذاتی نہیں ہیں' سب اللہ کی عطا کردہ ہیں' ذاتی صفات صرف اللہ کی ہیں' تو اس رب کے نام کی تسبیح کرتے رہا کرو۔ جب یہ سورت نازل ہوئی ہے تو اس آیت کے بارے میں آنحضور ﷺ نے فرمایا: ((اِجْعَلُوْهَا فِیْ سُجُوْدِكُمْ)) ''اسے اپنے سجدوں میں پڑھا کرو''۔ چنانچہ اس حکم پر عمل ہوتا ہے۔ سجدے میں ہم کہتے ہیں: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی۔ ایک تسبیح جو رکوع میں ہے: ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ'' وہ بھی قرآن مجید کی آیات سے ماخوذ ہے۔ سورۃ الواقعہ میں دو جگہ پر یہ بات آئی ہے اور سورۃ الحاقہ کے آخر میں بھی ہے: ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝۵۲﴾ ''تسبیح بیان کرو اپنے اس رب کے نام کی جو العظیم ہے''۔ سب سے بڑا ہے' سب سے زیادہ عظمت والا ہے۔ اس حکم پر عمل ہوتا ہے رکوع میں جب ہم کہتے ہیں: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ۔ البتہ یہ تسبیح صرف رکوع اور سجدے ہی میں نہیں کرنی ہے۔ بلکہ اسے کثرت کے ساتھ وردِ زبان بنانا ہے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لیجیے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی بے شمار شکلیں ہیں۔ سب سے بہتر شکل یہ ہے کہ رات کے آخری پہر یعنی صبح صادق سے قبل تہجد کے وقت اسے یاد کیا جائے۔ اسی طرح نماز بھی بہت جامع ذکر ہے۔ لیکن فرمایا کہ نماز کے بعد بھی اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ سورۂ نساء میں یہ آیت موجود ہے: ﴿فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۝۱۰۳﴾ ''جب اپنی فرض نماز مکمل کر چکو تو پھر کھڑے' بیٹھے' لیٹے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے رہو''۔ چنانچہ تسبیح کے حوالے سے احادیث میں جامع کلمات ملتے ہیں۔ مثلاً: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ)) اس کے بارے میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ((كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ' ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ' حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ)) دو جملے' دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بہت ہلکے ہیں' ان کو ادا کرنا بڑا

آسان ہے‘ لیکن اللہ کے میزان میں ان کا بہت وزن ہے اور رحمان کو انتہائی محبوب ہیں۔ لہٰذا چلتے پھرتے‘ اٹھتے بیٹھتے‘ زبان سے انسان ان الفاظ کو ادا کرتا رہے۔ کثرتِ ذکر کی یہ تلقین اس لیے ہے کہ انسان کو ہر وقت یاد رہے کہ میں اس دنیا میں شتر بے مہار نہیں‘ میرا ایک خالق ہے‘ اس نے ایک مقصد کے تحت مجھے اس دنیا میں بھیجا ہے۔ اسی نے میری منزل معین کی ہے جو آخرت ہے۔ اسی نے میری ہدایت کے لیے یہ کلام نازل فرمایا ہے۔ اللہ کو یاد رکھو گے تو یہ ساری باتیں بھی مستحضر رہیں گی اور صراط مستقیم پر گامزن رہ سکو گے‘ ورنہ قدم قدم پر آزمائش ہے۔ ایک طرف شیطان مورچہ لگا کر بیٹھا ہوا ہے‘ دوسری طرف نفسِ امارہ بھی موجود ہے۔ پھر ماحول میں چاروں طرف گناہوں کی ترغیبات ہیں۔ خاص طور پر آج کا ماحول‘ اس سے اگر اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہے تو ذکر الٰہی مددومعاون ہو سکتا ہے لہٰذا: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى (۱)﴾ ”تسبیح کرتے رہو اپنے رب کے نام کی جو الاعلیٰ ہے“۔

﴿الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى (۲)﴾ ”(وہ رب کہ) جس نے تخلیق فرمایا اور پھر نوک پلک سنوار دیے“۔ خالق تو وہ ہے‘ یہ سب کو معلوم ہے۔ یہاں پر دو الفاظ آئے ہیں تخلیق اور تسویہ۔ خلق کہتے ہیں ابتدائی خاکے اور پتلے کو بنانا‘ یعنی کسی شے کا ابتدائی ہیولا بنانا۔ اور تسویہ یہ ہے کہ اس کو Finishing touches دینا‘ نوک پلک سنوارنا۔ یعنی اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا اصول یہ ہے کہ ہر چیز کو تدریجاً مراحل سے گزار کر اس کے نقطۂ کمال تک پہنچاتا ہے۔ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو کئی مراحل سے گزر کر یہ شکل پاتا ہے۔ اس کی تخلیق کا آغاز تو ایک گندے پانی کی بوند سے ہے۔ اس کے بعد کئی مراحل سے گزر کر وہ تسویہ کے مقام تک پہنچتا ہے اور اس کے اعضاء تشکیل پاتے ہیں۔ پھر پیدائش کے بعد بھی جسمانی اعتبار سے‘ عقلی اعتبار سے‘ نفسیاتی اعتبار سے بلوغت کو پہنچنے میں انسان کو کئی برس لگتے ہیں‘ یہ عمل تسویہ ہے۔ پیدا بھی وہی کرتا ہے اور پھر ان مدارج اور مراحل سے گزار کر نقطۂ کمال تک بھی وہی پہنچاتا ہے۔

﴿وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى (۳)﴾ ”وہ ذات کہ جس نے اندازہ ٹھہرایا اور پھر راہ دکھلا دی“۔ یہ ”قَدَّرَ“ وہی لفظ ہے جس سے تقدیر بنا ہے۔ اس کا ایک مفہوم یہ ہے کہ انسان کو پوری زندگی میں جن مراحل‘ امتحانات‘ آزمائش اور حالات سے گزرنا ہے‘ وہ پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے معین فرما دیے۔ اس کے بعد یہ ہدایت بھی دے دی کہ ان امتحانات سے کامیابی سے کیسے گزر سکتے ہو‘ یعنی راستہ بھی بتا دیا۔ ایک سادہ مفہوم تو اس کا یہی ہے۔ ایک مفہوم اور بھی ہے۔ ”قدر“ کہتے ہیں اندازہ ٹھہرانا۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے‘ وہ کمالات کے اعتبار سے کہاں تک پہنچ سکتی ہے‘ اس کا Potential اس میں رکھ دیا‘ اندازہ ٹھہرا دیا۔ مثلاً انسان کی صلاحتیں ہیں‘ عقلی‘ نفسیاتی‘ روحانی‘ جسمانی‘ ان میں کہاں تک اس کی حد (limit) ہے‘ کہاں تک جا سکتا ہے‘ یہ ہے اندازہ ٹھہرانا‘ اور پھر فرمایا ”فَهَدٰى“ ”راہ بھی دکھلا دی“ کہ اس پوٹینشل کو بروئے کار لانے کا کیا طریقہ ہے۔ جو کچھ بالقوہ تمہارے اندر استعدادات ہیں‘ ان کو بروئے کار لانے کا طریقہ کیا ہے‘ وہ بھی بتا دیا۔ یہ ”اندازہ“ حیوانات کی دنیا میں بھی ہے۔ ہر جانور کا ایک اندازہ ہے کہ اس کی کیا صلاحتیں ہیں‘ مثلاً بکری کے بچے کو کچھ بھی کھلا دیں وہ ہاتھی نہیں بن سکتا‘ کتنی بھی اس کی پرورش کر لیں‘ ہاتھی تو بہت دور کی بات ہے‘ وہ گائے تک نہیں پہنچ سکتا‘ یہ پوٹینشل کہ کوئی شے کہاں تک جا سکتی ہے‘ یہ اندازہ ٹھہرانا ہے۔

﴿وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى (۴)﴾ ”وہ ذات کہ جس نے سرسبز و شاداب چارہ پیدا کیا“۔ ﴿فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى (۵)﴾ ”پھر اس چارے کو اس نے بنا دیا کوڑا کرکٹ“۔ یعنی چارا شروع میں تو بڑا سرسبز ہے اور آخری انجام اس کا کیا ہے؟ لیکن پھر بھی وہ جانوروں کے کام آتا ہے۔ بھوسی بنتی ہے‘ خشک چارے کے طور پر محفوظ کیا جاتا ہے۔ عام ترجمہ تو یہی کیا گیا ہے‘ لیکن مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے اس کے ترجمہ میں عربیت کی رو سے ایک امکان ظاہر کیا ہے۔ ”احوٰی“ کہتے ہیں سیاہی مائل‘ گہرے سبز رنگ کو۔ اس کے حوالے سے انہوں نے لکھا ہے کہ چارا اللہ نے زمین سے نکالا۔ جب وہ نکلتا ہے تو سوئی کی طرح باریک دو پتے کونپل کے پھوٹتے ہیں۔ پھر اس کو انتہائی سبز‘ گہرا سبز‘ سیاہی مائل سبز بنا دیا۔ عربی لغت کے اعتبار سے اس مفہوم کا بھی امکان ہے‘ لیکن یہاں بھی دیکھیے‘ ایک نقطۂ آغاز ہے ایک نقطۂ کمال ہے۔ مفہوم کے اعتبار سے مضمون ایک ہی ہے۔

اس سب کا حاصل اب آگے آ رہا ہے۔ یہ سب چیزیں کس لیے بیان کی گئیں۔ فرمایا: ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى (۶) اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ﴾ اب خطاب براہ راست حضور ﷺ سے ہو رہا ہے۔ ”(اے نبیؐ) ہم آپؐ کو پڑھائیں گے اور آپؐ بھولیں گے نہیں مگر جو اللہ چاہے“۔ جب وحی کا آغاز ہوا تو آنحضور ﷺ دو اعتبارات سے بڑے مضطرب رہتے تھے۔ یہ اضطراب جانب خیر میں تھا۔ ایک تو یہ کہ آپ کو بڑا اشتیاق رہتا تھا کہ جلد از جلد وحی آئے۔ آپؐ جبرائیلؑ سے شکایت فرماتے تھے کہ تم دیر لگا کر آتے ہو‘ جلدی آیا کرو۔ اس لیے کہ وحی میں آپ کے لیے ایک روحانی تقویت‘ قلبی سکون اور روحانی غذا تھی۔ اس کی شدید طلب تھی کہ اور ملے‘ اس لیے جبرئیلؑ سے شکایت فرماتے تھے‘ جس کا جواب سورۂ مریم میں آیا۔ حضرت جبرائیلؑ کی زبانی کہلوایا گیا کہ: ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ (۶۴)﴾ ”ہم خود نازل نہیں ہوتے‘ ہم تو آپ کے رب کے حکم کے تحت نازل ہوتے ہیں“ جتنی وحی اور جس وقت اللہ کا حکم ہوتا ہے‘ اسی کے مطابق ہم آتے ہیں۔ اس میں ہم نہ کوئی کمی کر سکتے ہیں نہ کوئی اضافہ کر سکتے ہیں۔ ہمارا اپنا اختیار نہیں ہے۔ اور اس پر تسلی دی گئی سورۃ طٰہٰ میں: ﴿وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ (۱۱۴)﴾ (اے نبیؐ) قرآن کے بارے میں آپ جلدی نہ کیجیے‘ اللہ نے وحی کا جو وقت طے کیا ہوا ہے وہ اسی کے مطابق اترے گی آپ جلدی نہ کیجیے۔

دوسرا اضطراب آپ کو اس پہلو سے ہوتا تھا کہ کہیں یہ نہ ہو کہ کوئی لفظ میں بھول جاؤں۔ چنانچہ جب حضرت جبرائیلؑ وحی لے کر نازل ہوتے تھے اور قلبِ محمدی ﷺ پر قرآن کا نزول ہوتا تھا تو آپؐ اسے یاد کرنے کے لیے فوراً بہت تیزی سے زبان کو حرکت دیتے تھے کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں۔ اس پر تسلی دی گئی اور منع کیا گیا سورۂ قیامہ میں: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (۱۶)﴾ ”(اے نبی!) اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت نہ دیجیے کہ آپ جلدی سے اس کو یاد کر سکیں“۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تسلی دی گئی: ﴿اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (۱۷)﴾ ”آپ کے سینے میں قرآن کو جمع کرنا اور پھر آپ کو زبان سے پڑھوا دینا‘ یہ ہمارے ذمے ہے“۔ آپ قطعاً اس بارے میں پریشان نہ ہوں‘ جو آپؐ کے قلب پر اللہ نے نازل کیا ہے اس کو محفوظ کرنے کی ذمہ داری بھی اللہ نے ہی لی ہے۔ یہاں بھی وہی مضمون آ رہا ہے: ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى (۶) اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ﴾ گھبرائیے نہیں‘ یہ جو کلام نازل ہو رہا ہے یہ بھی ایک تدریج سے نازل ہوتے ہوتے اپنے نقطہ کمال کو پہنچے گا اور آپؐ اس کو بھولیں گے نہیں۔ اس وجہ سے آپ کسی پریشانی میں مبتلا مت ہوں۔ مطمئن رہیے۔ یہ محو نہیں ہو گی مگر جو اللہ خود چاہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت اگر کچھ احکامات دیے جو وقتی تھے اور اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ وہ مستقلاً قرآن کا حصہ بنیں تو وہ اپنے فیصلے کے تحت کچھ آیات کو آپ کے حافظے سے محو کر سکتا ہے جنہیں اس کی منشاء میں قرآن کا مستقل حصہ نہیں بننا تھا۔ بہر حال یہ اللہ کا اختیار ہے‘ لہٰذا آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے‘ اس کو اللہ پر چھوڑ دیجیے۔

﴿اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى (۷)﴾ ”بے شک وہ جانتا ہے کھلی باتوں کو بھی اور جو کچھ یہ لوگ چھپاتے ہیں۔“ اس کا ایک تعلق تو پیچھے سے بھی ہے۔ کون سا حکم وقتی ہے‘ کون سا مستقل ہے‘ کس بات کو اللہ تعالیٰ نے منسوخ کرنا ہے‘ کس کو نہیں کرنا۔ وہ غیب کا جاننے والا ہے‘ وہ مخفی باتوں کا جاننے والا ہے۔ اس کا علم کامل ہے‘ وہ اس کی

بنیاد پر فیصلہ فرماتا ہے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ طنز اور زہر میں بجھے ہوئے جو تیر مشرکین کی طرف سے آپؐ پر چھوڑے جاتے ہیں وہ سب اللہ کے علم میں ہیں۔ جو آپؐ کے دل سے دعائیں نکلتی ہیں' جو آپؐ اپنے رب سے مناجات کرتے ہیں' وہ چاہے دل کے اندر ہی ہوں' آپ کا رب ان سے بھی واقف ہے۔ دراصل اس میں بڑی تسلی اور اطمینان ہے۔ تمام حالات سے اللہ تعالیٰ واقف ہے کہ کیسی زیادتیاں آپؐ کے ساتھ کی جارہی ہیں اور آپ کا جو رویہ ہے کہ آپ رات کو ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں کہ پروردگار ان کو ہدایت کا راستہ دکھا' یہ سب باتیں اللہ دیکھ رہا ہے۔

﴿وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ﴿٨﴾﴾ اس آیت میں بھی ایک خوش خبری ہے' ایک تسلی ہے اور بڑا گہرا مضمون ہے۔ ترجمہ عام طور پر کیا گیا ہے: ''ہم سہج سہج آپ کو پہنچا دیں گے آسانی تک''۔ یعنی اس وقت حالات بڑے ناموافق ہیں' مشکلات ہیں' کفار کی طرف سے تشدد ہے' رکاوٹیں ہیں۔ آپ حق پیش کر رہے ہیں لیکن جو قبول کرتا ہے' اس پر مصیبت اور تکالیف کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ ان حالات میں وہی شخص کلمہ طیبہ ادا کرے گا جو سوچ سمجھ کر آئے گا۔ جو ہر طرح کی قربانی کے لیے اور ہر طرح کی سختی جھیلنے کے لیے تیار ہوگا' وہی اس دعوت کو قبول کرے گا۔ تو بظاہر بڑی رکاوٹیں نظر آ رہی ہیں' لیکن ہم درجہ بدرجہ ان رکاوٹوں اور مشکلات سے آپؐ کو نکال کر آسانی کی طرف لے جائیں گے۔

یہ جو ''تیسیر'' ہے اس کا عربی زبان میں ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ کسی بڑے کام کے لیے کسی کو تیار کرنا۔ تیاری اور ٹریننگ میں مشکلات تو آتی ہیں' سختی جھیلنی پڑتی ہے۔ ٹریننگ پیریڈ خاصا سخت ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ جو آزمائشیں ہیں' یہ ٹریننگ کا ذریعہ بھی ہیں۔ اہل ایمان انہی آزمائشوں کی بھٹیوں سے نکلیں گے تو کندن بنیں گے۔

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب!
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

اب وہ آیت آئی جس میں رسول اللہ ﷺ کے فرض منصبی کا ذکر ہوا' فرمایا: ﴿فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ﴿٩﴾﴾ ''آپؐ نصیحت کیجیے اگر نصیحت نافع ہو''۔ آپ تذکیر کرتے رہیے' سمجھاتے رہیے' وعظ فرماتے رہیے' اگر نصیحت کچھ فائدہ دے۔ یہ آپ کو کرتے رہنا ہے۔ ایک ہے تبلیغ جو اللہ کے احکامات کا پہنچا دینا ہے۔ تبلیغ تو آپؐ نے ہر ایک کو کرنی ہے' ہر شخص تک اللہ کا پیغام پہنچانا ہے' خواہ وہ سننے کے موڈ میں ہو یا نہ ہو۔ لیکن ایک ہوتا ہے سمجھانا' وعظ کہنا' نصیحت کرنا۔ یہ ہر وقت مفید نہیں ہوتا۔ یہ تو جس وقت موڈ ہو کسی کا سننے کا' اسی وقت سمجھانا فائدہ مند ہوتا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى﴾ اگر یہ یاد دہانی کرنا' وعظ کرنا مفید محسوس ہو تو آپ تذکیر فرمایئے۔ اس کا ایک مفہوم یہ لیا گیا ہے کہ جب سننے والا کچھ سننے پر آمادہ ہو۔ ورنہ عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ جب سننے والا آمادہ نہ ہو تو پھر کج بحثی شروع ہو جاتی ہے۔ دوسرا مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ تو تذکیر کرتے رہیے' سمجھاتے رہیے۔ اگر یہ تذکیر اس شخص کے لیے فائدہ مند نہیں جس کے لیے کہہ رہے ہیں تو شاید کسی اور کے لیے فائدہ مند ہو جائے۔ بہرکیف آپؐ کو یہ کام کرتے رہنا ہے۔

﴿سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿١٠﴾﴾ ''اس نصیحت کا فائدہ اٹھائے گا وہ شخص جس کے دل میں کچھ خدا خوفی ہے''۔ جس کو کچھ آخرت کا احساس ہے۔ کوئی نیکی بدی کی تمیز اس کی فطرت کے اندر ہے۔ اسی معنیٰ میں یہ قرآن ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ہے۔ یہ قرآن ویسے تو پوری نوع انسانی کے لیے ہدایت نامہ ہے لیکن اس ہدایت سے فائدہ وہی اٹھائے گا جس کے دل میں کچھ تقویٰ ہے۔ تقویٰ کی بنیاد کیا ہے؟ خیر اور شر کی جو تمیز اللہ نے دی ہے' وہ احساس اگر باقی ہے تو یہ تقویٰ کی بنیاد ہے۔ جس کا ضمیر مردہ ہو چکا ہے وہ اس سے فائدہ نہیں اُٹھائے گا۔ لہٰذا فرمایا: ﴿سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى﴾ اس نصیحت سے فائدہ اُٹھائے گا ہر وہ شخص کہ جس کے دل میں کچھ خدا خوفی ہے' آخرت کا احساس ہے' نیکی بدی کی تمیز رکھتا ہے۔

﴿وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقٰى ﴿١١﴾﴾ ''اور جو اس ہدایت سے اجتناب کرے گا' وہ الاشقیٰ (انتہائی بدبخت) ہے''۔ وہ کسی اور کا کچھ نہیں بگاڑ رہا ہے سارا نقصان اپنا کر رہا ہے' اپنی قسمت پھوڑ رہا ہے۔ اپنے آپ کو ہلاکت سے دوچار کر رہا ہے۔ ﴿الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿١٢﴾﴾ ''وہ جا پڑے گا اس بڑی آگ میں۔'' یہ اپنے آپ کو اس آگ کا ایندھن بنا رہا ہے۔ آج بڑا خوش ہے کہ محمد (ﷺ) پر میں نے یہ فقرہ چست کر دیا اور میں نے فلاں بات کہہ دی' لیکن حقیقتاً اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنا لیا۔ ﴿ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿١٣﴾﴾ ''پھر اس میں نہ تو وہ زندوں میں ہوگا اور نہ مُردوں میں ہوگا۔'' اس لیے کہ وہ جو حیات ہمیں وہاں ملے گی' دنیوی حیات سے بڑی مختلف ہوگی۔ وہاں اصل میں کیا ہوگا؟ ﴿وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ﴾ (ابراہیم: ١٧) ہر طرف سے موت آتی ہوئی محسوس ہوگی' لیکن مرنا نصیب نہیں ہوگا۔ یہاں تو ہوتا ہے کہ سختی' مشکل آئی اور موت واقع ہوگئی تو ہم کہتے ہیں کہ غموں سے چھٹکارا مل گیا۔ وہاں اس کی نوبت نہیں آئے گی۔

اب آگے دوسرا رُخ بیان ہو رہا ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾﴾ ''کامیاب ہوگیا وہ شخص جس نے اپنے آپ کو سنوار لیا۔'' اپنے نفس کو پاک کر لیا۔ اپنے آپ کو سنوارنا نفس کا تزکیہ کرنا ہے۔ کفر اور شرک کی گمراہیوں سے نکل آنا' اپنے آپ کو اخلاق رذیلہ تکبر' حسد' بغض' کینہ سے پاک کرنا' یہ تزکیہ ہے۔ اس لیے کہ یہ جو باطنی بیماریاں ہیں' یہ انسان کو روحانی ترقی سے روکتی ہیں۔ کامیاب شخص وہ ہوگا کہ جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا۔ جس نے اپنے آپ کو بنا سنوار لیا۔ ﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿١٥﴾﴾ ''اور پھر اس نے اپنے رب کا نام لیا اور نماز پڑھی۔'' کفر اور شرک کی آلائش سے پاک ہوا تو فوراً اپنے رب کو یاد کیا اور نماز پڑھی۔ یعنی ایمان کے بعد اس کا سب سے پہلا عملی مظہر نماز ہے۔ اللہ کی طرف رجوع' اپنے رب کے ساتھ ایک تعلق اور مناجات' یہ ایمان کا حاصل اور پہلا مظہر ہے۔

﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾﴾ ''لیکن تم دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو''۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل کا چور پکڑا ہے۔ اللہ جانتا ہے ہمارے دل کی حالت کو۔ فرمایا کہ تمہارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو' حالانکہ تمہاری اصل منزل آخرت ہے۔ اصل زندگی وہ ہے۔ ﴿اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ﴾ وہ ابدی زندگی ہے۔ وہ یوم التغابن ہے۔ ہار جیت کے فیصلے کا اصل دن وہ ہے۔ لیکن تمہارا طرزِ عمل یہ ہے کہ جب دنیا کا ذرا فائدہ دیکھتے ہو سب بھول جاتے ہو' دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ نقد ملنے والا جو فائدہ ہے اس پر لپکتے ہو۔ یہ انسان کی طبعی کمزوری بھی ہے' جیسے آپ محاورے میں کہتے ہیں کہ نو نقد نہ تیرہ اُدھار۔ جو فوری مل جائے بس وہ قبول کر لو۔ لیکن دوسری طرف آپ دیکھیں گے کہ سمجھدار انسان اسے کہا جاتا ہے جو بڑے فائدے کے لیے وقتی سختی جھیلنے کے لیے تیار رہے۔ اور جو بڑے فائدے کو چھوڑ کر وقتی چھوٹے سے فائدے پر ٹوٹ پڑے' اسے آپ کبھی بھی سمجھدار نہیں کہیں گے۔ اصل سمجھدار کون ہوا؟ جس نے اپنی اصل زندگی یعنی آخرت کو ترجیح دی۔ اور جس نے اس کو نظر انداز کیا وہ سب سے بڑا احمق ہے۔ دنیا کی یہ چار روزہ زندگی ہے' اس کے لیے اس ابدی زندگی کو داؤ پر لگا رہے ہو تو اس سے بڑی حماقت' اس سے بڑی بیوقوفی کوئی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا فرمایا: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾﴾ تمہارا اصل مرض یہ ہے کہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ ﴿وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٧﴾﴾ ''حالانکہ آخرت بہت بہتر بھی ہے اور باقی رہنے والی بھی۔'' دنیا اور آخرت کے تقابل (Comparison) کے حوالے سے یہاں دو الفاظ آئے ہیں: ''خَيْرٌ وَّاَبْقٰى'' بہت بہتر بھی ہے' یعنی Qualitatively بھی آخرت بہت بہتر ہے۔ دنیا کی نعمتیں اور آخرت کی نعمتوں میں کیفیت کا جو فرق ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے جیسے ہم کہتے

ہیں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اَبْـقٰـی یعنی دنیا وآخرت کا کمیت کے اعتبار سے (Quantitativly) بھی کوئی موازنہ نہیں۔ یہ عارضی ہے' وہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اس کو چھوڑ کر عارضی کو ترجیح دے رہے ہو؟ حالانکہ وہ خیر ہے' یہ ادنیٰ ہے۔ وہ ابقیٰ ہے اور یہ ناپائیدار ہے' غیر یقینی ہے۔ ﴿اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ﴿۱۸﴾﴾ "یہی باتیں پچھلے صحیفوں میں بھی تھیں"۔ اللہ کا یہ پیغام سابقہ آسمانی کتابوں کے ذریعے بھی انسان کو ملا ہے۔ ﴿صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی ﴿۱۹﴾﴾ "(یہی بات) حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے صحیفوں میں بھی تھی اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے صحیفوں میں بھی' تمام انبیاء اور رسولوں کی تعلیمات کا اصل حاصل اور نچوڑ یہی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسے سمجھنے اور اسے اپنے قلب وذہن میں راسخ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(مرتب: فرقان دانش خان)

بقیہ: اداریہ

سے پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ تمام اسلامی ممالک میں مقبول عوامی حکومتیں قائم کی جائیں جو عوام میں اپنی جڑیں رکھتی ہوں اور حکومت جو فیصلہ بھی کرے اس کی پشت پر عوامی قوت ہو۔ اسلامی ممالک کی ایک ایسی تنظیم قائم کی جائے جو عالم اسلام کے مفادات کا صحیح تحفظ کر سکے۔ وہ OIC کی طرح ایک بے جان ادارہ نہ ہو۔ مسلم ممالک کی ایک ایسی کامن مارکیٹ قائم کی جائے جس میں وہ ترجیحی بنیادوں پر باہم تجارت کریں۔ اس ادارہ کی نمائندگی کے لیے سیکورٹی کونسل میں ایک مستقل نشست حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی جانی چاہیے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت جبکہ اسلام دشمن قوتیں معاشی' سیاسی اور عسکری سطح پر دنیا میں مکمل کنٹرول رکھتی ہیں' عالم اسلام کے ایسے اتحاد کے قیام کا صرف خواب ہی دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ ہر حقیقت پہلے ایک خواب ہوتی ہے۔ سولہویں صدی کا یورپ آج کے یورپ کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ حقیقی موت اُس قوم کی ہوتی ہے جو اُڑان کا خیال بھی ترک کر دے۔ خوابوں کی دنیا میں مست ہو جانا یقیناً غلط ہے لیکن مایوسی بھی تو کفر ہے اور مایوسی سے بچنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ بدترین حالات میں بھی جدوجہد ترک نہ کی جائے اور چین سے نہ بیٹھا جائے۔ جبکہ جستجو کا پہلا مرحلہ دشمن کے طریقہ واردات اور اپنے دفاع کے لیے سوچ و بچار اور غور وفکر ہوتا ہے۔ اگر مغلوبیت کو حقیقت تسلیم کر کے ہاتھ پاؤں مارنا چھوڑ دیں گے تو افغانستان کے بعد عراق' پھر ایران اور ازبکستان اور پھر نہ جانے کون کون!

پریس ریلیز

20 مئی 2005ء

آج مسلمان اس لیے پریشان حال ہیں کہ انہوں نے اللہ کے کلام کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ یہ بات ناظم تربیت تنظیم اسلامی شاہد اسلم نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں 20 مئی 05ء خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ جب کوئی قوم اللہ کے احکامات کو چھوڑ کر حصولِ مال و دولتِ دنیا کو اپنا مقصدِ حیات بنا لیتی ہے تو پھر اللہ اس قوم پر بھوک اور خوف کا عذاب مسلط کر دیتا ہے۔ چنانچہ مہنگائی کا عذاب پوری قوم چکھ ہی رہی ہے اور آج ہمارا پیدا ہونے والا ہر بچہ مقروض پیدا ہوتا ہے۔ دوسری طرف محافظوں اور سیکیورٹی گارڈز کی قطاریں واضح کر رہی ہیں کہ ہم پر خوف کا عذاب بھی مسلط ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کو ایمان و آخرت پر ترجیح دینے کے باعث مسلمان قوم پر ایک تیسرا عذاب یہ مسلط کیا جاتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ چنانچہ واشنگٹن ٹائمز میں شائع ہونے والے کارٹون اور قرآن پاک کی بے حرمتی کے واقعات اُمت مسلمہ کے منہ پر ذلت و رسوائی کے طمانچے سے کم نہیں۔ شاہد اسلم نے کہا کہ اگر ہم نے اب بھی اللہ کی طرف رجوع نہ کیا تو پھر کہیں ہمارا حال یہ نہ ہو کہ اللہ ہمیں دشمن کے حوالے کر دے اور ہم دربدر کی ٹھوکریں کھاتے پھریں۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر واشاعت' تنظیم اسلامی)

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ
ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پُر فضا مقام **ملم جبہ** میں قیام وطعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے' روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

ضرورت رشتہ

☆23 سالہ عالمہ (ایم اے عربی + اسلامیات) قاریہ فاضلہ شرعی پردے کی پابند لڑکی کے لیے دینی مزاج کے لڑکے کا رشتہ درکار ہے رفیق تنظیم اسلامی کو ترجیح دی جائے گی۔ رابطہ: ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی' ملتان
فون: 61-524501 0300-77396750

☆فرانس میں رہائش پذیر 21 سالہ لڑکی کے لیے جو کہ وہاں BTS کی تعلیم حاصل کر رہی ہے دینی مزاج کے حامل ایک گریجوایٹ لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔ آرائیں خاندان کو ترجیح دی جائے گی۔
رابطہ: محمد اقبال (فرانس) فون: (0033)02-37595425

امت کا مقصد حیات

محمد زبیر

یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ جس امت کے بقاو تحفظ کی کوشش ہو رہی ہے اس کا ایک مقصد حیات بھی ہے۔ اسی نے اسے ایک امت بنایا ہے اور اسی میں اس کی بقا کا سامان بھی ہے۔ جو قوم اپنے مقصد حیات کو فراموش کر بیٹھے اس کی بقا کی ساری جدوجہد ناکام ہو جاتی ہے۔ اس لیے اصل توجہ اس پر ہونی چاہیے کہ امت اپنے مقصد حیات کو نہ بھولے بلکہ اس کی طرف پیش قدمی کی جدوجہد کرتی رہے۔ اس جدوجہد میں اس کا مرنا ہی اس کی کامیابی ہے۔

اس وقت اصل مسئلہ امت کے بقاو تحفظ کا ہے۔ دوسرے مسائل اس کے بعد کے ہیں۔ جس شخص کی جان پر بن آئے اور جو شدید کشمکش حیات سے دوچار ہو یا فقر و فاقہ نے جس کی کمر توڑ رکھی ہو اس کے سامنے مقصد حیات کی بحث کرنا فضول ہے۔ وہ ذہنی اور جسمانی طور پر اس غور و فکر کے لیے تیار ہی نہیں ہوگا۔

اس کے خیرخواہ اور مخلص اس کی جان بچانے کی ضرور فکر کریں اور اس کی غربت و افلاس کا علاج بھی ڈھونڈیں لیکن ساتھ ہی اس کے دین و اخلاق کی طرف بھی توجہ دیں ورنہ اس کا امکان ہے کہ صحت یاب ہونے کے بعد وہ اس زوال یافتہ معاشرے کا ایک فرد ثابت ہو اور وسائل حیات فراہم ہو جانے پر تو اس کا بھی خطرہ ہے کہ وہ دوسروں سے بدتر نکلے۔ امت کا ہر فرد اس کا بڑا قیمتی سرمایہ ہے۔ اس کے لیے اس کی تربیت ہونی چاہیے کہ امت کے مقاصد کو وہ ہمیشہ پیش نظر رکھے اور کسی قیمت پر اس کے مفاد کو نقصان پہنچنے دے۔

اس معاملے میں فرد اور قوم کے درمیان فرق کرنا بھی ضروری ہے۔ مسائل و مشکلات، ہو سکتا ہے کسی فرد کو کچل کر رکھ دیں لیکن بامقصد قوموں کو حیات تازہ عطا کرتی ہیں۔ حالات کی ہر چوٹ ان کے لیے مہمیز کا کام دیتی ہے اور زیادہ قوت کے ساتھ اپنی منزل کی طرف پیش قدمی کرتی ہیں۔ اقبال تو ہر فرد سے کہتے ہیں: ''اگر خواہی حیات اندر خطر زی''۔ یہ اصول فرد سے زیادہ قوموں پر منطبق ہوتا ہے۔ بامقصد قوم کی راہ میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی بلکہ رکاوٹ جتنی بڑی ہوتی ہے اتنی ہی اس کی دفاعی قوت بڑھ جاتی ہے اور وہ آگے بڑھنے کی راہیں خود بخود نکالتی چلی جاتی ہیں۔ جو قوم مسائل و مشکلات میں الجھ کر اپنے مقصد حیات ہی کو بھول جائے وہ تادیر باقی نہیں رہ سکتی۔

اس امت کا مقصد حیات کیا ہے؟ اس کا جواب خدا اور رسولؐ نے بہت واضح الفاظ میں دیا ہے۔ اسے دو دفعات میں بیان کیا جا سکتا ہے: ایک اسلام کی طرف بازگشت اور دوسرے اسلام کی دعوت۔

اسلام کی طرف بازگشت یہ ہے کہ اسلام کی طرف جس سے ہم بہت دور ہو چکے ہیں پھر سے پلٹ آئیں اور اس طرح پلٹ آئیں کہ اپنی پچھلی بے راہ روی کی تلافی ہو جائے اس طرح اسے سینے سے لگائیں اور اس طرح چمٹیں جیسے عزیز ترین متاع گم شدہ اچانک ہاتھ آ گئی ہو۔ اپنی شخصیت کو بے چون و چرا اور بالکلیہ اس کے حوالے کر دیں تاکہ اس پر اس کا اور صرف اسی کا حکم چلے۔ اپنے معاملات کی زمام اس کے ہاتھ میں دے دیں۔ اس کے ذرا سے اشارے پر دوڑ پڑیں اور جس طرف بڑھنے سے وہ منع کرے اس طرف اٹھے ہوئے قدم بھی رک جائیں۔ ہماری پوری زندگی پر اسی کی فرمانروائی ہو اور زندگی کا کوئی گوشہ اور کوئی پہلو اس سے آزاد نہ رہنے پائے۔ اس کی حکومت ہماری شخصیت پر ہو، ہمارے فکر و عمل پر ہو، ہمارے بیوی بچوں اور خاندان پر ہو، ہمارے لین دین اور کاروبار پر ہو، ہمارے اداروں اور ہماری تنظیموں پر ہو۔ غرض یہ کہ جہاں تک ہمارا بس چلے ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی میں اسلام ہی اسلام نظر آئے اور جن دائروں میں ہم اسلام قائم کر سکتے ہیں ان میں عملاً قائم ہو جائے۔ اس راہ میں جان، مال، جذبات، تعلقات، جاہ و منصب، رسوم و رواج، ہر چیز کا نقصان برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

یہ بازگشت، اسلام کو ماننے کا فطری تقاضا ہے۔ اس کے بغیر اسلام کا دعویٰ کھوکھلا دعویٰ ہوگا۔ اس کے بغیر ثمرات کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ پھر اسی بازگشت کے ذریعے امت کو ایک نقطے پر جمع کیا جا سکتا ہے۔ امت کے اندر اسلام کا شعور جتنا زیادہ ہوگا اور ان کی زندگیوں میں وہ جس قدر نمایاں ہوگا، اس کی صفوں میں اتحاد و اتفاق پیدا ہوگا اور افتراق و انتشار کی ماری ہوئی یہ امت ایک نقطے پر جمع ہو سکے گی۔ یہی اتحاد اس کے موجودہ مسائل کے حل کا قوی ترین اور مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ ان مسائل کے حل کی کوئی اور صورت نہیں ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ امت صرف اسلام ہی کی بنیاد پر متحد اور متفق ہو سکتی ہے۔ کسی اور بنیاد پر متحد ہونا اس کے مزاج اور فطرت کے خلاف ہے۔ اس طرح کا اتحاد وقتی طور پر پیدا ہو بھی جائے تو وہ دیرپا نہیں ثابت ہوتا اور بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔

یہ اسلام جسے ہماری زندگی میں پوری طرح اتر جانا چاہیے اور جس کا ہمیں عملی نمونہ بن جانا چاہیے، اسی کی ہمیں دوسروں کو دعوت دینی ہے۔ اس کا مطلب وعظ و تبلیغ اور فضائل و مناقب کا بیان نہیں ہے بلکہ اسلام کو اس طرح پیش کرنا ہے کہ وہ جدید سوالوں کا جواب بن جائے۔ آج یہ ملک گوناگوں مسائل اور مشکلات میں گھرا ہوا ہے۔ آپ کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اسلام ان مسائل و مشکلات سے اسے نکال سکتا ہے۔ انسان کی زندگی اس کے عقائد کے تابع ہوتی ہے۔ اس ملک کی اکثریت الحاد و دہریت، شرک اور متعدد خرافات کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلام توحید خالص کا صاف ستھرا عقیدہ پیش کرتا ہے۔ یہ عقیدہ ایک طرف عقل و منطق کی میزان پر پورا اترتا ہے اور انسان کے دل و دماغ کو مطمئن کرتا ہے اور دوسری طرف خدا سے اس کائنات اور انسان کے رشتے کو واضح کرتا ہے۔ اس رشتے کو کھولنے سے جدید اور قدیم فلسفے عاجز ہیں۔ آپ عقیدۂ توحید کو اس طرح پیش کریں کہ وہ اس کے عقائد و افکار کا بدل بن جائے۔

یہ ملک سیاسی، سماجی، تہذیبی اور لسانی لحاظ سے افتراق کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ایک طبقہ دوسرے طبقے سے شاکی اور ایک حصہ دوسرے حصے سے برسرپیکار ہے۔ دل پھٹ چکے ہیں، منافرت اور تعصب کی آگ ہر طرف بھڑک رہی ہے۔ ان حالات میں بظاہر اس ملک کو متحد اور ایک وحدت بنائے رکھنے والی کوئی طاقت نہیں ہے۔ البتہ اسلام اس ملک کو جوڑنے والی طاقت بن سکتا ہے۔ وہ یہ تصور دیتا ہے کہ سارے انسان رنگ، نسل اور زبان کے اختلاف کے باوجود ایک خدا کے بندے اور ایک آدم کی اولاد ہیں۔ سب کی نجات اسی ایک خدا کی عبادت اور بندگی میں ہے۔ آپ کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اسی تصور کے ذریعے ملک کو اختلاف اور انتشار سے بچایا جا سکتا ہے اور اس کے اتحاد کو باقی رکھنا ممکن ہے۔

ماشومی کے اہم ادارے

سید قاسم محمود

ماشومی نے اپنی سیاسی تنظیم کے علاوہ فلاحی کاموں کے لیے بھی ادارے قائم کیے۔ دینی' معاشرتی اور تعلیمی اصلاح کا کام ''محمدیہ'' کے سپرد ہُوا۔ معاشی مسائل و مشکلات پر قابو پانے کے لیے جداگانہ ادارے بنائے گئے۔

حزب اللہ

نو آزاد جمہوریہ کی آزادی کی حفاظت کے لیے ولندیزیوں سے جنگ کرنا ''ماشومی'' کا ایک فوری اور بنیادی مقصد تھا۔ چنانچہ ''ماشومی'' نے دو عسکری تنظیمیں قائم کیں' حزب اللہ اور سبیل اللہ۔ حزب اللہ رضا کاروں کی فوجی تنظیم تھی' جس میں 18 سے 25 سال تک کے نوجوان داخل کیے جاتے تھے۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا تھا کہ یہ اسلام پر پختہ ایمان رکھتے ہوں اور ذہنی و جسمانی لحاظ سے تندرست و توانا ہوں۔ 1944ء میں جاپانیوں کے عہد میں بھی' اُن کی سرپرستی میں ''حزب اللہ'' اور ''سبیل اللہ'' کے نام سے دو عسکری تنظیمیں قائم ہوئی تھیں' اور جاپانی فوج نے اُن کی فوجی تربیت کا اہتمام کیا تھا۔ ان تنظیموں کا مقصد یہ قرار دیا گیا تھا کہ وہ اسلام کی سربلندی کے لیے فوجی خدمات سرانجام دیں اور جاپانیوں سے تعاون کر کے اپنے مذہب کی حفاظت کریں اور اپنے ملک کو مغربی سامراج سے آزاد کرائیں۔ جاپانیوں کی رُخصتی اور انڈونیشیا کی مکمل آزادی کے بعد ماشومی نے اِن تربیت یافتہ نوجوانوں کو ازسرِ نو منظم کیا اور مزید نئے رضا کاروں کو تربیت دے کر حزب اللہ کے نام سے عسکری تنظیم قائم کی۔ ولندیزیوں کے خلاف جنگ میں انہوں نے بہت نمایاں حصہ لیا۔ نئے دستے بنائے گئے جو مختلف محاذوں پر لڑتے تھے۔ ہر دستے کا ایک کمانڈر تھا اور تمام دستوں کے کمانڈر اعلیٰ ضیاء العارفین تھے جو ماشومی کے ایک بڑے پُرجوش رہنما تھے۔ حزب اللہ کی یہ تنظیم ماشومی کی مجلسِ اعلیٰ کے تحت تھی اور اس کی ہدایات کے مطابق جنگ کرتی تھی۔ حزب اللہ کے دستے ماشومی کی اِس پالیسی کے حامی تھے کہ ولندیزیوں سے مسلسل جنگ کر کے ان کو انڈونیشیا سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ ''معاہدۂ رینویل'' کے مطابق جمہوری حکومت نے جب حزب اللہ کے دستوں کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ اپنے مقبوضہ علاقے ولندیزیوں کے حوالے کر دیں تو پانچ ہزار رضا کاروں نے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا اور ''دارالسلام'' کی تنظیم قائم کر کے ولندیزیوں سے جنگ جاری رکھی۔

سبیل اللہ

ماشومی کی قائم کردہ دوسری عسکری تنظیم ''سبیل اللہ'' محافظ دستوں (سیکورٹی گارڈز) کی تنظیم ہے اور یہ بھی مسلح رضا کاروں پر مشتمل ہے۔ ''سبیل اللہ'' کی شاخیں مختلف علاقوں میں قائم کی گئی تھیں' تاکہ ہر علاقے کی حفاظت کا الگ الگ انتظام ہو سکے۔ ''حزب اللہ'' کے رضا کار جنگی محاذوں پر لڑنے کے لیے بھیجے جاتے تھے' اور ''سبیل اللہ'' کے رضا کاروں کا فرض یہ تھا کہ ولندیزیوں کے خلاف اپنے اپنے علاقے کی حفاظت کریں۔ ''سبیل اللہ'' کے رضا کار دستے بھی فوجی تربیت یافتہ اور اچھی طرح مسلح تھے۔ ہر علاقے میں ماشومی کے تمام ارکان کے لیے محافظ دستوں میں شامل ہونا اور فوجی تربیت حاصل کرنا لازمی تھا۔ اس طرح مسلح اور تربیت یافتہ محافظ دستوں کی ایک بڑی فوج تیار ہو گئی تھی۔ ''ماشومی'' کی اِن دونوں عسکری تنظیموں کے رضا کاروں نے ولندیزیوں کا شدید مقابلہ کیا' اور آخر کار ماشومی کی سرفروشانہ جدوجہد کامیاب ہوئی۔

انجمن مسلم نوجوانانِ انڈونیشیا

''ماشومی'' نے مسلم نوجوانوں کو متحد و منظم کرنے پر خاص توجہ کی۔ 1945ء کے آخر میں جکارتا کے مسلمان نوجوانوں نے یہ تحریک شروع کی تھی کہ انڈونیشی مسلمانوں پر جو غیر اسلامی اثرات ہیں' اُن کو دُور کر کے جمہوریت' عدل اور مساوات کی بناء پر اس ملک میں ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جائے جو اسلامی تہذیب و ثقافت اور طرزِ معاشرت کا قابلِ تقلید نمونہ ہو۔ ''ماشومی'' نے اِس تحریک کی بڑی حوصلہ افزائی کی اور مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح کی کوششوں میں نوجوانوں کی ہر ممکن مدد کی۔ پھر اس تحریک کو وسیع اور منظم کرنے کے لیے ''انجمن مسلم نوجوانانِ انڈونیشیا'' Gerenkan Pemudo Islam Indonesia قائم کر دی گئی' اور یہ انجمن بھی دوسری اسلامی انجمنوں کی طرح ''ماشومی'' سے وابستہ ہو گئی۔ اس انجمن نے بھی جنگِ آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔

اِس انجمن کا ایک اہم نصب العین بین الاسلامی اتحاد ہے۔ چنانچہ 1955ء میں ''مؤتمر عالم اسلامی'' کے سیکرٹری جنرل انعام اللہ خان نے جب کراچی میں مسلم نوجوانوں کی عالمی کانفرنس طلب کی تو اِس انجمن کا وفد بھی شریک ہوا۔ اِس انجمن کے ایک ممتاز رہنما ہارسونو' حاجی عمر سعید کے فرزند ہیں۔ وہ کراچی کانفرنس میں مؤتمر شباب العالم الاسلامی کے صدر منتخب کیے گئے۔ اِس انجمن نے عورتوں کے لیے بھی ایک الگ شعبہ قائم کر دیا اور غیر اسلامی رسوم و رواج کو ختم کرنا' دینی عقائد درست کرنا' اخلاق و کردار کو سنوارنا' بچوں کی فطری صلاحیتوں کو ترقی دینا اور اُن کی دینی و دنیاوی تعلیم اور معقول تربیت کا انتظام کرنا۔ ''شعبہ خواتین'' کے مقاصد قرار دیئے گئے۔ اِس انجمن کے دونوں شعبوں کے کل اراکین نے جنگی خدمات انجام دیں' اور پھر سیاسیات میں بھی عملی حصہ لینے لگے۔ چنانچہ پارلیمنٹ اور حکومت میں بھی اُن کو نمائندگی دی گئی۔ انجمن کا مقصد اسلامی نظام کا احیاء وتجدید ہے۔

جمعیت العائشیہ

''ماشومی'' نے اپنا ایک بنیادی مقصد یہ بھی قرار دیا ہے کہ خواتین کو بھی مردوں کے مساوی سیاسی و معاشرتی اور معاشی حقوق دیئے جائیں اور اُن کے تمام جائز حقوق و مفادات کا تحفظ کیا جائے۔ اِس مقصد کے تحت خواتین کی ایک اسلامی تنظیم ''جمعیت العائشیہ'' کے نام سے قائم کی گئی جو ''جمعیت المحمدیہ'' کے شعبۂ نسواں کی حیثیت سے کام کرتی ہے۔ اِس جمعیت کے اہم مقاصد یہ ہیں کہ مسلمان خواتین کو دینی اور دنیاوی تعلیم اور امورِ خانہ داری کی تربیت دی جائے' اور ان کے لیے تعلیم و تربیت کے مراکز اور امدادی ادارے قائم کیے جائیں۔ بچوں کی بہتر پرورش اِس انجمن کا ایک اہم مقصد ہے' تاکہ نئی نسل اسلامی ماحول میں پرورش پائے اور اچھے اخلاق و کردار کی مالک ہو۔ انڈونیشی مسلمانوں کی زندگی میں جو غیر اسلامی اثرات سرایت کر گئے ہیں اُن کو دور کرنا' جاہلانہ رسوم و رواج کو مٹانا اور طرزِ معاشرت کو اسلامی بنانا بھی اِس انجمن کا ایک بنیادی مقصد ہے۔ خواتین کی عسکری تربیت بھی جمعیت کا مقصد ہے۔ اس تنظیم نے بھی جنگِ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

انجمن مُسلم کاشتکارانِ انڈونیشیا

ماشومی نے کاشت کاروں کی حالت بہتر بنانے کے

لیے ''انجمن مُسلم کاشت کاران انڈونیشیا'' (Sarekat Toni Islam Indonesia) قائم کی گئی جو مرکزی اور مقامی انجمنوں کی وسیع تنظیم پر مشتمل ہے۔ ہر گاؤں کا ہر کاشتکار مقامی انجمن کا رُکن ہوتا ہے۔ اِس انجمن کے تمام رُکن ایک بورڈ کی مجلس عاملہ کا انتخاب کرتے ہیں۔ یہ بورڈ مقررہ شرح کے مطابق زکوٰۃ وصول کرتا ہے۔ زکوٰۃ کی شرح مرکزی مجلس عاملہ مقرر کرتی ہے۔ تمام مقامی انجمن مرکزی انجمن کے فیصلوں کی پابند ہیں۔ مرکزی تنظیم نے نہری اور غیر نہری اراضی کی پیداوار' غلہ کی تجارت' دورانِ سال بچت کی رقم اور مواشی پر زکوٰۃ کی مختلف شرحیں مقرر کر دی ہیں' جن کے مطابق مقامی بورڈ زکوٰۃ وصول کرتا ہے۔ اس کا کچھ حصہ تو وہ مدارس اور مساجد پر صرف کرتا ہے' اور بڑا حصہ مرکزی انجمن کو دیا جاتا ہے۔ مرکزی انجمن یہ سرمایہ غریب کاشت کاروں کے لیے زمین فراہم کرنے پر صرف کرتی ہے' تاکہ وہ خود زمین کے مالک ہو کر اپنی معاشی حالت کو بہتر بنا سکیں۔ اس انجمن کے تحت امدادِ باہمی کی انجمنیں بھی بنائی گئی ہیں جو پیداوار کی فروخت زرعی آلات' کھاد اور بیج کی ارزاں قیمت پر فراہمی کا انتظام کرتی ہیں اور ضرورت مند کاشت کاروں کو معمولی شرح سود پر قرضہ دیتی ہیں۔ کاشت کاروں سے ان چیزوں کی قیمت' اور اُن کو قرض دی ہوئی رقم نئی فصل تیار ہونے پر نقد یا جنس کی شکل میں وصول کی جاتی ہے۔

انجمن مسلم تاجرانِ انڈونیشیا

1947ء کے آغاز میں ''ماشومی'' نے تاجروں کی امداد' اتحاد اور تنظیم کے لیے یہ انجمن قائم کی۔ اس کے لیے بھی زکوٰۃ کا اُصول اختیار کیا گیا ہے۔ مقامی انجمن بنیادی یونٹ ہے۔ تمام تاجر اس کے رُکن ہوتے ہیں۔ یہ سب مقامی مجلس عاملہ کے بورڈ کا انتخاب کرتے ہیں۔ تاجروں کے لیے زکوٰۃ کی شرحیں مرکزی تنظیم مقرر کرتی ہے۔ مقامی تاجروں کا بورڈ مقررہ شرحوں کے مطابق زکوٰۃ وصول کرتا ہے' جس کا کچھ حصہ مقامی ضروریات پر صرف ہوتا ہے۔ وصول شدہ زکوٰۃ کا بڑا حصہ مرکزی انجمن کو دیا جاتا ہے۔ اس سرمایے سے مرکزی انجمن نے غریب اور چھوٹے تاجروں کی امداد کے لیے ''ترقی اُمت بینک'' Bank Pembangunan Ummat قائم کیا ہے جو بہت ہی کم شرح منافع اور معمولی ضمانت پر چھوٹے تاجروں اور تجارتی کاروبار شروع کرنے کے خواہاں غریب' لیکن مستحق لوگوں کو قرض دیتا ہے۔ ملک کے مختلف جزیروں میں اس بینک کی شاخیں قائم ہیں۔ سال بہ سال زکوٰۃ کی وصول شدہ مجموعی رقم سے سرمایے کی فراہمی' اور بینک کے کاروبار میں ترقی سے بینک کے سرمایے میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور مختلف مقامات پر اس کی نئی شاخیں قائم ہونے لگیں۔ کاشت کاروں اور تاجروں کی انجمنوں کے قیام سے چینی ساہو کاروں کا سُودی کاروبار ختم ہونے لگا اور وہ کئی علاقوں میں لین دین کا سلسلہ ختم کر کے واپس چین چلے گئے۔

مؤتمر مسلمی انڈونیشیا

جب ولندیزیوں کے خلاف ماشومی کا عسکری جہاد کامیابی سے ختم ہوا تو اس جماعت نے اپنے گزشتہ کاموں کا جائزہ لیا اور آئندہ کے لیے وسیع لائحہ عمل بنایا۔ ماشومی نے انڈونیشیا میں احیائے اسلام کی تحریک' اور تمام اسلامی جماعتوں کی مرکزی' مشترکہ اور نمائندہ تنظیم کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ اُس نے مسلمانوں کی تمام چھوٹی بڑی جماعتوں اور اداروں کے رہنماؤں کی کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ دسمبر 1949ء میں جوگجاکارتا میں ''مؤتمر اسلامی'' منعقد کی گئی جو پندرھویں مؤتمر تھی۔ اسلامی مؤتمروں (کانفرنسوں) کے سلسلے کا آغاز ''شرکتِ اسلام'' کے رہنما حاجی عُمر سعید نے کیا تھا۔ ماشومی نے یہ سلسلہ جاری رکھا۔ پندرھویں مؤتمر میں تمام جزائر کی اسلامی جماعتوں کے نمائندے شریک ہوئے۔ مؤتمر کا بنیادی فرض یہ قرار دیا گیا کہ وہ انڈونیشی مسلمانوں کے تمام طبقوں کو اسلامی اخوت کی اساس پر متحد کرے' اور اُن کی اجتماعی' سیاسی اور معاشی زندگی' تعلیم و تربیت اور ثقافت کو اسلامی اُصولوں پر قائم کرنے اور ترقی دینے کے لیے ہر ممکن جدوجہد کرے۔ ان مقاصد کے تحت کام کرنے کے لیے مؤتمر نے آٹھ کمیٹیاں بنائیں جو حقوقِ نسواں' معاشرتی و اقتصادی امور' اسلامی قانون کی تشکیلِ جدید' اسلامی افکار کی تدوین' تعلیم' تربیت اور ثقافت کے اُمور' سیاسیات' دائرہ معارفِ اسلامیہ' تنظیم کتب خانہ جات اور نشر و اشاعت سے متعلق تھیں۔ اس کے علاوہ مؤتمر نے یہ بھی طے کیا کہ مسلمان طلبہ' مبلغوں' معلموں' صحافیوں' تاجروں' کاشت کاروں اور مزدوروں کی جو انجمنیں ہیں' اُن میں باہمی ربط پیدا کرنے کے لیے ان کی مرکزی انجمنیں قائم کی جائیں' اور یہ سب مرکزی انجمنیں ماشومی سے وابستہ ہوں۔ مسلمانوں کی تمام تنظیموں اور اداروں میں اتحاد و تعاون' باہمی روابط اور اُن کو ماشومی کی مرکزی تنظیم سے وابستہ رکھنے کے لیے ''مؤتمر مسلمی انڈونیشیا'' قائم کی گئی اور یوں یہ مؤتمر ماشومی کا ایک بہت اہم اور مؤثر ادارہ بن گئی۔

مؤتمر عالم الاسلامی

دنیائے اسلام کے مسائل سے عملی دلچسپی لینے' اور تمام مسلمانانِ عالم کو مربوط و متحد رکھنے کا کام انڈونیشیا میں حاجی عُمر سعید' حاجی احمد دحلان اور اُن کے رفیقوں نے شروع کیا تھا۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد خلافت کے مسئلے نے انڈونیشی مسلمانوں میں اضطراب پیدا کر دیا تھا' اُس سے بین الاسلامی اتحاد کی تحریک کو بڑی مدد ملی۔ اس کے بعد حجاز پر نجدیوں کے قبضے سے نئے مسائل پیدا ہوئے۔ اُمتِ مُسلمہ کے مسائل کے حل کی تدبیریں سوچنے کے لیے 1925ء میں پہلی مؤتمر عالم الاسلامی مکہ معظمہ میں منعقد کی گئی' جس میں انڈونیشی وفد بھی شریک ہوا۔ دوسری مؤتمر 1931ء میں بیت المقدس میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد تقریباً بیس سال تک یہ سلسلہ بند رہا' اور جاپانی قبضے کے زمانے میں انڈونیشیا کی مؤتمر کی شاخ بند ہو گئی۔

قیام پاکستان کے بعد بین الاسلامی اتحاد کی تحریک کو پھر ترقی ہوئی اور 1949ء میں تیسری' اور 1951ء میں چوتھی مؤتمر کراچی میں منعقد ہوئی اور اس مؤتمر کو مسلمانوں کی عالمی تنظیم کی حیثیت دی گئی۔ سیّد امین الحسینی' مفتی اعظم فلسطین کو عالمی مؤتمر کا صدر اور ڈاکٹر محمد سویکان کو نائب صدر منتخب کیا گیا۔ مختلف اسلامی ملکوں میں مؤتمر کی شاخیں قائم کرنے کا فیصلہ ہوا۔ چنانچہ انڈونیشیا میں بھی ماشومی کے رہنماؤں نے مؤتمر عالم اسلامی کی شاخ قائم کی' اور اس کی مزید شاخیں مختلف جزائر کے بڑے بڑے شہروں میں قائم کی گئیں۔ مرکزی مؤتمر عالم الاسلامی زیادہ فعّال نہیں رہی' اب اُس کی جگہ اسلامی سربراہ کانفرنس کی تنظیم (او آئی سی) نے لی ہے اور انڈونیشیا او آئی سی کا ایک سرگرم اور فعال رُکن ہے۔ (جاری ہے)

اشتہار

☆ تقسیم ہند سے قبل اور بعد کی جماعت اسلامی میں کیا فرق ہے؟
☆ آج کی جماعت اسلامی کا VISION کیا ہے؟
☆ مسئلہ کشمیر' انتخابی سیاست' ایل ایف او' صدر مشرف کی وردی سمیت ایم ایم اے کے سیاسی مستقبل اور اہم قومی و ملکی معاملات پر

سید منور حسن' جنرل سیکرٹری جماعت اسلامی کا ندائے خلافت کے لیے خصوصی انٹرویو آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ (ادارہ)

مغربی تہذیب میں سرمست نوجوان

ندیم طاہر

آج ہمارا ملک' ہماری عوام بلکہ خواص بھی' اپنے انفرادی واجتماعی' شہری وصوبائی ہر طرح کے مسائل کا حل مغربی تہذیب میں تلاش کرنے پر بضد نظر آتے ہیں' اس حقیقت سے قطع نظر کہ مغربی (بظاہر ترقی یافتہ) تہذیب تو خود بیچاری تذبذب اور انتشار کی بری طرح سے شکار ہے۔ اس کے ڈگمگاتے قدم تو خود سہارے کے متلاشی ہیں۔ اس کی مثال تو لکڑی کے اس ٹکڑے کی سی ہے جو سمندر کی تیز لہروں کی بدولت نوکیلی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہوا چاہتا ہے۔

مغربی تہذیب کی بابت مغربی مفکر Rene Guenon ہی کی رائے پر نظر دوڑایئے۔ وہ اپنی کتاب The Crises of the Modern World میں رقم طراز ہے:

''مغرب کے غرق ہوجانے کا خطرہ سَر پر ہے۔ وہ خود تو ڈوبے گا ہی' لیکن اپنے ساتھ تمام نوعِ انسانی کو بھی اپنے منتشر افکار واعمال کے گرداب میں غرق کردے گا''۔

مغرب کی وہ ترقی جس سے متاثر ہوکر ہماری نسل اپنی زندگی گزارنے میں مگن ہے۔ اس کے متعلق ڈین انج اپنی کتاب (The Fall of the Idols-P.71) میں لکھتا ہے:

''اگر مغرب کی اخلاقی حالت کو دیکھا جائے تو مجھے مجبوراً اکیلے (بہت مشہور مغربی مفکر) کے اس نتیجے سے متفق ہونا پڑتا ہے کہ ترقی کے مسلمہ معیار کے مطابق' مغرب کی ترقی' ترقی نہیں تنزل ہے۔''

Mumford اپنی آخری کتاب The Conduct of Life میں لکھتا ہے:

''ہم تاریخ میں اس مقام پر پہنچ چکے ہیں جہاں انسان خود اپنا بدترین دشمن ہے...... مغربی کلچر انسان کا ترجمان نہیں رہا۔ یہ انسان سے باہر کی دنیا سے تعلق رکھتا ہے اور خود انسان کا دشمن...... اس تہذیب کے خلاف سب سے شدید تنقید اور کیا ہوسکتی ہے کہ مغربی انسان نہ صرف خود پر بلکہ ہر تقلیدی انسان پر تباہیاں لا رہا ہے' اسے انسانی زندگی سے کچھ دلچسپی ہی نہیں...... اس تہذیب کا ماحصل یہ ہوگا کہ اس قسم کے مشینی انسان پیدا ہوں گے جو نہ اپنے لیے آپ فیصلہ کرسکنے کے قابل ہوں گے اور نہ ہی زندگی کی شاہراہ متعین کرسکنے کے اہل''۔

مغربی سوچ' مغربی قوانین' مغربی رسوم ورواج' مغربی نظام تعلیم نے ہماری قوم کو مفلوج بنادیا ہے۔ یہ مغربی ذہن کا نوجوان اندھے حوادث کے مقابلہ میں خوف سے ہراساں' ان وحشیانہ قوتوں کے مقابلہ میں جن پر وہ قابو نہیں پاسکتا۔ یہ تو ہے اس کی خارجی دنیا کی حالت' اور اگر وہ اس اندھی دنیا سے جہاں تخریب وتعمیر کی قوتیں ہر وقت ترازو کے پلڑوں کو اُٹھاتی جھکاتی رہتی ہیں' اپنے اندر کی دنیا کی طرف جھانکتا ہے تو وہاں اُسے باہر سے بھی زیادہ تاریکیاں دکھائی دیتی ہیں۔

یہ ہے حقیقت کا وہ نقشہ اس نوجوان سے متعلق جو مغربی تہذیب کی کھوکھلی بنیادوں پر اپنی ذات کی تعمیر کررہا ہے۔ حیرت ہے ہماری عقل پر کہ جو تہذیب خود اپنی سمت متعین نہیں کرسکی' جس تہذیب میں بسنے والے خود اپنی بنائی ہوئی تہذیب سے مطمئن نہیں' اُس تہذیب کو ہم کیوں اپنے لیے ترقی اور راہِ نجات تصور کیے بیٹھے ہیں۔

اُس تہذیب کے خالقوں اور بسنے والے افراد کی اپنی یہ حالت ہے کہ برطانیہ کی پانچ کروڑ 70 لاکھ کی آبادی میں ہر روز ایک کروڑ اَسی لاکھ اسپرین کی ٹکیاں کھائی جاتی ہیں۔ یہ ہے اُس تہذیب کے رہنے والوں کی اعصابی حالت کا نقشہ۔ (بحوالہ ڈان 15 مئی 1953)

یہ حقیقت ہے کہ ہم نے خارجی قوتوں کو تو تسخیر کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ان خارجی قوتوں کو بے حساب انداز سے مسخر کرلیا ہے۔ ہم نے سمندروں کے سینے چیر دیئے' ہوا کے دوش پر خود کو سوار کرنے میں کامیاب ہوگئے' بجلی ہمارے اشاروں پر ناچنے لگی ہے' ایتھر کی غیر مرئی لہریں ہمارے لیے ہرکارے کا کام کرتی ہیں۔ زمین اپنے سینے میں چھپائے ہوئے خزانے ہمارے لیے اگل رہی ہے' پہاڑ ہمارے سامنے سرنگوں ہیں۔ لیکن کائنات کی قوتوں کو اپنی مٹھی میں بند کرنے والا انسان' ان قوتوں کو قطعاً مسخر نہیں کرسکا جو خود اس کے اپنے اندر ہیں۔ ہم دنیا پر حکومت کرنے کے خواہاں تو ہیں مگر جسم میں موجود گوشت کے دھڑکتے لوتھڑے پر حکمرانی کرنے سے قاصر۔ ذات کی صحیح انداز میں نشوونما بے حد ضروری ہے۔ ہم اتنے کمزور اور بے بس ہیں کہ اپنی ہی ذات میں غیر کی آمد وحکمرانی پر سرِتسلیم خم کر بیٹھے ہیں اور غیرت اور ''اَنا'' سے اس قدر خالی کہ اس کی غلامی ہی کو اپنی حیات کا مقصدِ کل بنا بیٹھے۔

علوم کی قدر وقیمت اس میں نہیں کہ اِسے قوائے فطرت کو مسخر کرنے میں کسی طرح استعمال کیا جائے؟ اس کی صحیح قدر وقیمت اس میں ہے کہ اس سے انسانی قلوب کی تربیت کی جائے۔ اگر ہم نے اپنی ذات پر قابو پانا نہ سیکھا تو فطری قوتوں کی تسخیر جس قدر زیادہ ہوگی' اسی قدر ہمارے درمیان فساد اور ناہمواریاں بڑھتی جائیں گی۔ اگر کوئی فتنہ انگیز آدمی کمزور ہو تو اس کی فتنہ انگیزیاں کم ضرر رساں ہوں گی لیکن اگر وہ طاقتور ہو تو پھر اس کی فتنہ سامانیاں بھی حدود فراموش ہوجائیں گی۔ بچے کے ہاتھ میں چھڑی اتنی نقصان دہ نہیں جتنی نقصان دہ چھری ہے۔

انسان جب خدا پر ایمان چھوڑ دے تو شیطان کی پرستش کرنے لگتا ہے۔ اور اچھے نصب العین سے دستکش ہو جائے تو برے راستے اس کو خوش آتے ہیں۔ نوجوان کو اگر اس دلدل سے نکلنا ہے تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ بے یقینی کی جگہ یقین اور ایمان لے لے۔ بے راہروی ختم ہو اور نوجوان نئی قدروں پر ایمان اور اسلام کے مقرر کردہ اخلاقی ضابطوں سے محبت پیدا کریں۔ وہ زندگی جس میں نہ ایمان کی گرمی ہو اور نہ اخلاقی ضابطے کی کشش' وہ زندگی موت سے بدتر ہوتی ہے۔

اس دور کی سب سے بڑی لعنت یہ ہے کہ طاقت اور قوت تو ہے لیکن اس کا کوئی مصرف نہیں۔ یعنی ذات کی ناپختگی اور دلوں میں ایمان نہ ہونے کی بدولت' ایسا کوئی نصب العین موجود نہیں جو نوجوانوں کی امنگوں' ولولوں اور حوصلوں کو بروئے کار لائے۔ ایک طرف اتنی زیادتی اور دوسری طرف اتنی کمی۔ یہ ہمارا سب سے بڑا روگ ہے۔ مغرب کی نشہ میں دُھت' ڈگمگاتی تہذیب کو اپنی ذات سے بے دخل کرکے اسلامی تہذیب کو اپنانے میں ہی ہماری نجات ہے۔ ہمارے اندر ابھی نصب العین کی تلاش کا مادہ فنا نہیں ہوا۔ اور اس سے اُمید ہوتی ہے کہ شاید ہم اس مغربی رنگ میں رنگے اس مشرقی معاشرے اور اس کی تہذیب کو ایمانی رنگ دے سکیں اور مذہبی واخلاقی اقدار کے ہماری ذات میں نہ ہونے سے جو خلا پیدا ہوگیا ہے' وہ بھرا جاسکے۔ اگر ہمیں تباہی سے بچنا ہے تو اپنی ذات میں اسلام کو شامل کرنا ہوگا اور اس کے اصولوں پر زندگی کو ڈھالنا ہوگا۔ ✿

نبی ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم (اپنے مردوں کو) دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں قبر کا عذاب سنوا دے۔'' (مسلم)

مَرَضُ الْمُؤْمِنِ ـــ رَحْمَةٌ مِّنَ اللّٰهِ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

اگر چہ زندگی میں ہر شخص کو صحت وتندرستی کی خواہش ہوتی ہے اور بیماری سے کراہت مگر یہاں سکھ کے ساتھ دُکھ' راحت کے ساتھ رنج' خوشی کے ساتھ غمی اور صحت کے ساتھ بیماری لازم ہے۔ جہاں راحت وآرام اور سکون واطمینان کے لمحات انسان کی کارکردگی پر اچھا اثر ڈالتے ہیں وہاں رنج وغم اور امراض واسقام قوت کار کو بُری طرح متاثر کرتے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اچھا انسان وہ ہے جو راحت وآرام اور صحت وعافیت میں کلفت ورنج اور بیماری کو یاد رکھے۔ بلکہ آسودگی کے ماہ وسال کو غنیمت جان کر اُن کی قدر کرے یعنی اپنی صلاحیتوں سے بھر پور فائدہ اُٹھاتے ہوئے مقصد زندگی کے حصول کے لیے ہمہ تن جدوجہد کرتا رہے۔ چنانچہ اللہ کا وہ بندہ جس کے روزمرہ کے معمولات میں حصولِ رزق کی بھاگ دوڑ کے ساتھ ساتھ مالک حقیقی کے ساتھ عبادت کے ذریعے مسلسل رابطہ قائم ہو' اگر وہ کسی وقت بیمار پڑ جائے اور معمول کی عبادت نہ کر سکے تو خالق کائنات اُس کے ثواب میں کٹوتی نہیں کرتے بلکہ اُس کا اجر مسلسل جاری رکھتے ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهٗ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيْمًا صَحِيْحًا)) "جب کوئی بندہ بیمار ہو یا سفر میں جائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے اعمال اسی طرح لکھے جاتے ہیں جس طرح وہ صحت وتندرستی اور اقامت کے زمانہ میں کیا کرتا تھا"۔

اگر چہ بیماری بظاہر تکلیف کا باعث ہوتی ہے مگر مومن کے لیے یہ سراسر رحمت ہے کیونکہ یہ اُس کے گناہوں کا کفارہ اور ثواب کا موجب بنتی ہے صحت مومن کے لیے پسندیدہ نعمت ہے تو بیماری اُس کے گناہوں کو مٹا کر حیاتِ اُخروی کے لیے ثمرآور ثابت ہوتی ہے۔ صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هَمٍّ وَّلَا حُزْنٍ وَّلَا اَذًى وَّلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ)) "مردِ مومن کو جو بھی دکھ' جو بھی بیماری' جو بھی پریشانی' جو بھی غم ورنج اور جو بھی اذیت پہنچتی ہے یہاں تک کہ کانٹا بھی اگر اس کو لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے ذریعے اس کے گناہوں کی صفائی کر دیتا ہے"۔

اسی طرح صحیحین میں ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ((وَمَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيْبُهٗ اَذًى اِلَّا حَاتَّتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ كَمَا تَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ)) "کسی مردِ مومن کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے اس کے بدلے اس کی کوتاہیوں اس طرح

مومن کی زندگی کس قدر قابل رشک ہے۔ سچ ہے کہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔

جھڑ جاتی ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں"۔

انسان کی حیات دنیوی میں بڑا تنوع ہے۔ یہاں طرح طرح کے حالات سے سابقہ پیش آتا ہے۔ انسانی کمزوریاں آڑے آتی ہیں بعض اوقات مجبوری اور بے بسی کی کیفیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یوں انتہائی پاک باز' راست رو اور خدا پرست مومن بھی گناہوں میں آلودہ ہو جاتا ہے۔ پھر یہ مومن اشک ندامت کے ساتھ گڑ گڑا کر خالق دو جہاں سے معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ تو رحمت حق اُس کے گناہوں کو عفو کی چادر میں چھپا دیتی ہے۔ اسی طرح ایک گناہ گار مومن بیمار پڑ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کے ذریعے یہ بشارت سناتا ہے کہ اس بیماری کے سبب اُس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ اس طرح بار بار کی بیماری یا لمبی علالت یا بدنی معذوری مومن کے تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور مرتے وقت وہ اس دنیا کو اس حالت میں چھوڑتا ہے کہ اُس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "اللہ کے بعض ایمان والے بندوں یا ایمان والی بندیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصائب اور حوادث آتے رہتے ہیں' کبھی اُس کی جان پر' کبھی اُس کے مال پر' کبھی اس کی اولاد پر (اور اس کے نتیجہ میں اُس کے گناہ جھڑتے رہتے ہیں) یہاں تک کہ مرنے کے بعد وہ اللہ کے حضور اس حال میں پہنچتا ہے کہ اس کا ایک گناہ بھی باقی نہیں ہوتا"۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ مومن کی زندگی کس قدر قابل رشک ہے۔ سچ ہے کہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے' اللہ اُس کا ہو جاتا ہے۔ مومن صادق کی صحت وتندرستی کے ایام اگر نعمت ہیں تو بیماری اور علالت بھی اللہ کی رحمت کا سامان لے کر آتی ہے۔ یہاں تک کہ روز حساب جب ایمان والوں کو اُن کی جسمانی معذوری' کلفت وتکلیف اور دنیاوی نقصانات پر اجر وثواب ملے گا تو وہ خوش ہو جائیں گے کیونکہ اسی وسیلے سے اُن کی بخشش ہو جائے گی۔ اُس وقت وہ رب تعالیٰ کے اس فیصلے پر راضی ہوں گے کہ اُس نے دنیا میں ان پر بیماری یا معذوری طاری کر دی جو آج اُن کی بخشش کا باعث بن گئی ورنہ اعمال تو اس قابل نہ تھے کہ نجات ہو سکتی۔ اس منظر کو دیکھ کر وہ لوگ جو دنیا میں ہمیشہ آرام وچین میں رہے' حسرت کریں گے کہ کاش اُن کی دنیوی زندگی میں بیماری ہوتی اور مصائب ہوتے جو اب اُن کی نجات کا باعث بنتے۔ ترمذی شریف میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: ((يَوَدُّ اَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يُعْطٰى اَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ اَنَّ جُلُوْدَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيْضِ)) "قیامت کے دن ان بندوں کو جو دنیا میں مبتلائے مصائب رہے اُن کے مصائب کے عوض اجر وثواب دیا جائے گا تو وہ لوگ جو دنیا میں ہمیشہ آرام وچین سے رہے حسرت کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھالیں قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتیں"۔

صحت کی تمنا اور صحت مند زندگی کے حصول میں کوشش کرنا محمود ہے تاکہ انسان دنیا کی تگ ودو میں حصہ لے سکے۔ دل جمعی کے ساتھ عبادت کر سکے اور اس کے علاوہ اللہ کے بندوں کے لیے مفید ثابت ہو سکے۔ مگر بیماری آنے کی صورت میں گھبراہٹ اور مایوسی کو قریب نہیں آنے دینا چاہیے بلکہ روشن پہلو پر نگاہ کرتے ہوئے دکھ اور تکلیف کو بڑے صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کرنا چاہیے۔ بیمار کی دُعا بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں لہٰذا علالت کی حالت میں جہاں اپنی صحت وعافیت کے لیے دعا کرے وہاں استغفار کی کثرت کرے گناہوں پر نادم ہو اور رب سے اُس کا فضل اور رحمت طلب کرے۔ اس طرح مومن کی صحت رب کا انعام اور بیماری اُس کی رحمت ثابت ہوگی۔

طبِ قرآنی

مریم النساء

ایک مسرت افزاء اور آنکھیں کھول دینے والی خبر پڑھیے کہ ''بینائی کی بحالی کی دوا قرآن کریم کی آیات کے حوالے سے تیار کی گئی''۔ جو 6 جنوری 2005 کے مقامی اخبار کے ریویو میگزین میں شائع ہوئی ہے۔

سوئیزر لینڈ کی ایک دوا ساز کمپنی نے تجارتی پیمانے پر ایک دوا تیار کرنی شروع کی۔ جس کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ یہ دوا ''دوائے قرآن'' کے نام سے بازار میں متعارف کرائی جائے گی۔ یہ دوا ایک مصری ڈاکٹر عبدالباسط محمد نے انسان میں پائے جانے والے ان غدودوں سے خارج ہونے والی رطوبت سے تیار کی ہے جو انسانی بدن میں پسینہ پیدا کرتے ہیں۔ تجربات سے اس دوا کو 99 فیصد موثر پایا گیا۔ اس دوا کے کوئی ذیلی اثرات بد بھی نہیں۔ یہ دوا یورپ اور امریکہ میں بھی رجسٹرڈ ہو چکی ہے۔ سوئیزر لینڈ کی کمپنی نے یہ دوا آنکھوں میں ڈالنے والے مائع قطروں کی صورت میں تیار کی ہے۔

اس دوا کی تیاری کا خیال اور بصیرت قرآن مجید کی ''سورۃ یوسف'' سے حاصل ہوئی۔ دوا کے موجد ڈاکٹر عبدالباسط بیان کرتے ہیں کہ ایک روز علی الصبح قرآن کریم کی آیت نے میری توجہ اپنی جانب مبذول کروائی۔ ان آیات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کے نبی یعقوب علیہ السلام اپنے غائب ہو جانے والے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں بے حال تھے۔ اس غم میں روتے رہنے کے سبب ان کی آنکھیں خراب ہو کر سفید ہو گئی تھیں۔ بعد ازاں جب حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض (حضرت یوسف علیہ السلام کے کہنے کے مطابق) ان کی آنکھوں پر ڈالی گئی تو ان کی ضائع شدہ بینائی بحال ہو گئی۔

قرآن مجید کا یہ بیان پڑھنے کے بعد ڈاکٹر عبدالباسط نے یہ سوچنا شروع کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض میں ایسی کیا بات تھی جو بینائی کی بحالی کا سبب بنی؟ بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ قمیض میں پسینے کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر باسط کا کہنا ہے کہ اس کے بعد میری ساری توجہ پسینے اور اس کے اجزائے ترکیبی پر مرکوز ہو گئی۔ اس کے بعد اس معاملے کو تجربہ گاہ میں زیر تحقیق لایا گیا اور پسینے کی جانچ پڑتال شروع کی گئی۔ میں نے پسینے کے اثر کے کچھ تجربات خرگوشوں پر کیے۔ نتائج مثبت رہے۔ اس سے میری حوصلہ افزائی ہوئی۔ پھر میں نے 250 مریضوں پر یہ دوا آزمائی اور انہیں دو ہفتے تک صبح و شام یہ دوا استعمال کروائی۔ اس دوا سے 99 فیصد مریض شفایاب ہوئے۔ اس کامیابی پر بے ساختہ مجھے یہ خیال آیا کہ یہ دوا تو معجزۂ قرآن ہے۔

ڈاکٹر باسط نے اپنی تحقیق کے یہ نتائج یورپ اور امریکہ کے معروف اداروں کو بھجوائے تاکہ یہ نئی دریافت پیٹنٹ کر سکیں۔ وہاں اس دوا کی آزمائشیں کی گئیں اور ان کے پیش کردہ نتائج کی تصدیق ہو گئی۔ پھر بالآخر سوئیزر لینڈ کی ایک کمپنی سے معاہدہ طے پا گیا کہ وہ دوائے قرآن (Medicicac of Quran) کے نام سے یہ دوا تیار کرے گی۔ بقول ڈاکٹر باسط کے ان کی یہ شرط تسلیم کر لی گئی۔

اس خبر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آج کے سائنسی دور میں بھی قرآن کا متن جدید ترین تحقیقی معیار پر پورا اتر رہا ہے۔ اور اس کی صداقت سائنسی حقیقت کے طور پر سامنے آ رہی ہے۔ اب سے چند برس پہلے یمن میں کچھ آثار قدیمہ (شداد کی جنت) دریافت کر لیے گئے۔ جن کا حوالہ قرآن حکیم کے سوا کسی تاریخی ماخذ' کتاب یا دستاویز میں دستیاب نہیں تھا۔ اور یوں آثارات کی اس تحقیق میں قرآن کریم کو علمی حوالہ بنایا گیا تھا۔ قرآن کے اس معجزے سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ قرآن رہتی دنیا تک کے لیے رہنمائی ہے اور ہر آنے والا زمانہ اس سے فیض یاب ہوتا رہے گا۔ اور یہی قرآن کی حقانیت ہے۔ ❀❀

[illegible]

یہ خط ''بچوں کے اسلام'' میں پڑھ کر اپنا دینی فریضہ ادا کرنے کے لیے ''ندائے خلافت'' کی نذر کر رہی ہوں۔ امید رکھتی ہوں کہ یہ مضمون ندائے خلافت میں ضرور چھپے گا۔ ان شاء اللہ!

آپ جانتے ہیں کہ بلوچستان پاکستان کا پسماندہ صوبہ ہے۔ اپنے علاقے کی داستان سنانے کے لیے بے چین ہوں۔ اپنی معلومات کے مطابق عرض کرتی ہوں۔ یہاں این جی اوز اور دوسرے بین الاقوامی ادارے اور اتنے لوگ کام کر رہے ہیں کہ سرکاری اور غیر سرکاری لوگوں کی شناخت مشکل ہے۔ یہ لوگ زیادہ زور تعلیمی اداروں پر صرف کر رہے ہیں۔ خواتین اساتذہ کو ٹریننگ کے نام پر دوسرے علاقوں میں لے جایا جا رہا ہے اور ڈرایا جاتا ہے کہ انکار کرنے پر ملازمت سے فارغ کر دیا جائے گا۔ سکول اور کالج کی بچیوں کو ترقیاتی کاموں کے نام پر عارضی ملازمتیں دی جا رہی ہیں۔ اور اسی عمر کے لڑکے بھی بھرتی کیے جا رہے ہیں۔ یہاں ایک عیسائی سکول بھی ہے۔ یہ کام تبلیغ کے نام پر ہو رہے ہیں۔ بے روزگار نوجوانوں کو لالچ دیا جاتا ہے کہ عیسائیت قبول کر لو۔ ملازمت، گھر اور شادی کر دیں گے مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلام سے دور کرنے کی طرف پوری توجہ دی جا رہی ہے۔ یہ جان کر افسوس ہوتا ہے کہ ہمارے علاقے میں کوئی ایسی جماعت نہیں جو ان کی سرگرمیوں کا نوٹس لے سکے۔ میں آپ کو بذریعہ خط حالات سے آگاہ کر رہی ہوں میں ایک لڑکی ہوں اور ہمارے علاقے میں لڑکیوں کا اس طرح مضامین لکھنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ آپ لوگوں میں شعور پیدا کر سکتے ہیں۔ اللہ کی مدد کے ساتھ ہمارے علاقے اور ملک کو تباہی سے بچائیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ تعلیمی اداروں کے سربراہ بھی اُن کا ساتھ دے رہے ہیں میں اللہ سے اسلام کی سربلندی کے لیے دعا گو ہوں۔

(منجانب: بنت بلوچستان)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

حلقہ جنوبی پنجاب کا مظاہرہ

مرکز کی ہدایت کے مطابق جس طرح تمام ملک میں ہر حلقہ میں موجودہ حالات میں ہماری کیا ذمہ داری ہے اور کس طرح ہم یہود و نصاریٰ کے شکنجے سے بچ سکتے ہیں اس طرف توجہ دلانے کے لیے مظاہروں کا پروگرام طے ہوا۔

حلقہ جنوبی پنجاب میں مظاہرہ کا یہ پروگرام مورخہ 30 اپریل 2005 بروز ہفتہ ہوا۔ مرکز سے موصول شدہ ہینڈ بل بھی حلقہ کی سطح پر 26000 ہزار کی تعداد میں چھپوا کر مورخہ 10 اپریل سے تقسیم کرنا شروع کر دیا گیا تھا۔ مظاہرہ کے لیے 11 بینرز بھی بنوائے گئے تمام رفقاء کو ساڑھے بارہ بجے دوپہر قرآن اکیڈمی میں بلایا گیا۔ نماز ظہر کے بعد امیر حلقہ نے ہینڈ بل کی عبارت پڑھ کر سنائی اور اس پر گفتگو فرمائی۔

ساڑھے تین بجے تمام رفقاء کو امیر حلقہ نے مظاہرہ سے متعلق ہدایات دیں۔ اکیڈمی سے روانگی کے بعد تمام رفقاء نواں شہر چوک میں اکٹھے ہوئے۔ چوک میں چاروں طرف رفقاء بینرز لے کر کھڑے ہو گئے۔ وہاڑی سے 17 رفقاء تشریف لائے۔ حلقہ کے 16 منفرد رفقاء بھی شریک ہوئے۔ ملتان شہر نیو ملتان اور ملتان شمالی کے کل 40 رفقاء شریک ہوئے۔ کچھ رفقاء نے تنظیم کے جھنڈے اٹھائے ہوئے تھے اور کچھ رفقاء ہینڈ بلز تقسیم کرتے رہے۔ یہ مظاہرہ پُر امن اور خاموش مظاہرہ تھا۔ بینروں پر مختلف عبارات لکھی تھیں۔

"غیر اللہ کی حاکمیت "عوامی حاکمیت" اللہ کے ساتھ شرک ہے"

"بندوں کی نہیں رب کی غلامی...... تنظیم اسلامی"

"آیئے فیصلہ کریں آزادی یا غلامی...... تنظیم اسلامی"

چوک میں پون گھنٹہ مظاہرہ کے بعد تمام رفقاء ریلی کی شکل میں روزنامہ خبریں کے دفتر کے سامنے کھڑے ہوئے۔ نماز عصر قریبی مسجد میں ادا کر کے دوبارہ نواں شہر چوک سے گزرتے ہوئے روزنامہ نوائے وقت کے دفتر ریلی کی شکل میں گئے۔ وہاں آدھ گھنٹہ کھڑے رہے اور ہینڈ بل تقسیم کیے۔ آخر میں امیر حلقہ نے تمام شرکاء کو اس پروگرام میں شرکت پر خوش آمدید کہا اور شکریہ ادا کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنے عمل سے ہر وقت' ہر جگہ یہ ثابت کرنا چاہیے کہ ہم مسلمان ہیں ہم نبی کریم ﷺ کو ماننے والے ہیں۔ لہٰذا ہم صرف وہ کام کریں جس سے اللہ راضی ہو۔ اس کا رسول راضی ہو۔ اس کے بعد تمام رفقاء اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ (مرتب: شوکت حسین)

حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام دو روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام

مورخہ 21 تا 23 اپریل جامع مسجد الرحمٰن آئی ایٹ ون اسلام آباد میں حلقہ پنجاب شمالی کے تحت تنظیم اسلامی اسلام آباد جنوبی میں دو روزہ پروگرام منعقد کیا گیا۔ حلقہ کے دور دراز علاقوں سے آنے والے رفقاء دفتر حلقہ فیض آباد 21 اپریل کو نماز عصر تک پہنچ گئے پھر وہاں سے اجتماعی طور پر مسجد الرحمٰن کے لیے روانہ ہوئے۔ مقامی تنظیم کے رفقاء نے اس دو روزہ پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے ہفتہ پہلے سے لوگوں کو فرداً فرداً اور ہینڈ بل کے ذریعے دعوت دی۔

دو روزے کا آغاز مغرب کے بعد "قرآن حکیم اور موجودہ تاریکیاں" کے موضوع پر درس قرآن سے ہوا۔ جناب خالد محمود عباسی ناظم حلقہ پنجاب شمالی نے انتہائی مدلل انداز میں موجودہ دور کی تاریکیوں سے نکلنے کے لیے قرآن حکیم سے رہنمائی حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

عشاء کے بعد کھانے کے آداب بیان کیے گئے اور کھانا کھایا گیا۔ ساڑھے دس بجے رات سے تین بجے تک آرام کیا گیا۔ تہجد کے وقت انفرادی نوافل کی ادائیگی کے بعد سورۃ نور کے آخری رکوع کو حفظ کرنے کی کوشش کی گئی۔ تمام رفقاء احباب نے ذوق و شوق سے قرآن حکیم کی تلاوت کی اور حفظ کیا۔ نماز فجر کے بعد جناب ریاض حسین نے سورۃ الحدید کی چند آیات کا درس قرآن دیا گیا۔ اس کے بعد جناب سلیم صاحب نے وضو، غسل اور نماز کے فرائض بیان کیے۔ نماز اشراق کے بعد صبح ساڑھے آٹھ تک آرام اور ناشتے کا وقفہ کیا گیا۔

ساڑھے آٹھ بجے راقم نے ملاقات کے آداب بیان کیے اور گشت کے لیے ٹیمیں تشکیل دیں۔ دعوتی گشت کے دوران صبح دس بجے ہونے والے درس قرآن کی دعوت دی گئی۔ جناب شمیم اختر صاحب نے تین منزلہ عمارت کے نقشے کی مدد سے فرائض دینی کو واضح کیا اور ہر ایک کو اپنا باطنی جائزہ لینے پر مجبور کیا کہ وہ اِن فرائض کو کس حد تک ادا کر رہا ہے۔ درس قرآن میں آئے ہوئے مہمانوں کی چائے اور لوازمات سے تواضع کی گئی۔ ساڑھے گیارہ بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک مختلف لوگوں سے ملاقات کر کے انہیں فرائض دینی سمجھائے گئے اور اس موضوع پر بانی تنظیم کا کتابچہ بھی دیا گیا۔ چار ٹیموں کی صورت میں کل 37 افراد تک یہ پیغام پہنچایا گیا۔ پھر نماز جمعہ اور کھانے کا وقفہ ہوا۔ کھانے کے بعد عصر تک آرام کیا گیا۔

نماز عصر کے بعد دعوتی گشت کے ذریعے مغرب کے بعد ہونے والے درس قرآن کی دعوت دی گئی۔ ناظم حلقہ پنجاب شمالی جناب خالد محمود عباسی صاحب نے سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے اقامت دین کی جدوجہد کو واضح کیا اور ہر ایک کو اس جدوجہد میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ اس درس قرآن کو سننے کے لیے مسجد کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ خواتین کے لیے علیحدہ انتظام کیا گیا تھا۔

گذشتہ روز کی طرح نماز تہجد کے بعد سورۃ نور کے آخری رکوع کی تلاوت و ترجمہ سنایا گیا۔ نماز فجر کے بعد صادق صاحب نے درس قرآن دیا۔

صبح کے پہلے سیشن میں جناب رؤف اکبر صاحب نے سورۃ نور کے آخری رکوع کا مذاکرہ کرایا۔ جس میں نظم و ضبط کی پابندی اور سمع و اطاعت کے اصولوں کو واضح کیا گیا۔ راقم نے تنظیم اسلامی کے قیام اور مقاصد کے حوالے سے مذاکرہ کرایا۔ دو روزے کے اختتام سے پہلے تمام رفقاء واحباب سے مشاورت ہوئی جس میں انہوں نے اس پروگرام کو مزید بہتر بنانے کے لیے مفید مشورے دیئے اور اپنے تاثرات بیان کیے۔ کل 27 افراد نے دو روزہ میں شرکت کی۔

(مرتب: شاہد ضیاء بیگ)

قرآن پاک کی بے حرمتی کے خلاف تنظیم اسلامی لاہور کا مظاہرہ

گوانتاناموبے میں قرآن پاک کی بے حرمتی کے بارے میں ذرائع ابلاغ میں خبریں آنے کے بعد امیر حلقہ نے مشورے کے بعد یہ طے کیا کہ حلقہ لاہور کے رفقاء 20 مئی بروز جمعۃ المبارک پریس کلب شملہ پہاڑی لاہور کے باہر ایک پُر امن مظاہرہ کریں گے۔ جمعہ کے روز حلقہ لاہور کے رفقاء نے نماز عصر پریس کلب شملہ پہاڑی کی مسجد میں ادا کی۔ نماز کے بعد ناظم مظاہرہ غازی وقاص صاحب نے رفقاء تنظیم کو ضروری ہدایات دیں۔ حلقہ لاہور کی تنظیم کے تمام امراء امیر حلقہ کے ساتھ تھے۔ رفقائے تنظیم نے بینرز' جھنڈے اور پلے کارڈ اُٹھا رکھے تھے۔ جن پر یہ نعرے درج تھے۔ قرآن کی بے حرمتی توہین رسالت ہے۔ مسلمانو! قرآن بن جاؤ کسی کو قرآن کی بے حرمتی کی جرأت نہ ہوگی۔ "وہ زمانے میں معزز تھے حامل قرآں ہو کر...... اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر۔

BAYAN-UL-QUR'AN ENGLISH
(Translation & the meaning of Holy Qur'an)
Dr. Israr Ahmad
Founder President Markazi Anjuman Khuddam-ul-Qur'an
Founder Tanzeem-e-Islami
Now available in 3 mp3 CDs
MAKTABA KHUDDAM-UL-QUR'AN
Qur'an Academy, 36-K, Model Town, Lahore
Ph: 5869501-03 Fax: 5834000
www.tanzeem.org e-mail: maktaba@tanzeem.org

"بجھی آگ عشق کی اندھیر ہے...... مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے"۔ بینرز پر درج ذیل عبارتیں تھیں۔ جب تک توہین قرآن کے مجرموں کو سزا نہیں ملتی تمام اسلامی ممالک امریکہ سے سفارتی تعلقات ختم کر لیں۔ صدر بش اپنے فوجیوں کے اس گھناؤنے جرم پر امت مسلمہ سے معافی مانگیں۔

Desecration of Holy Quran : The Ugly Face of Secularism

سب سے پہلے اشرف وصی صاحب (نائب ناظم دعوت تنظیم اسلامی) نے مظاہرین سے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا قرآن پاک کی بے حرمتی کرنے والے چند فوجی نہیں ہیں بلکہ اصل میں پوری مغربی تہذیب اسلام کے خلاف ہے اور اس سے بڑھ کر ہمارے حکمران ہیں جو امریکی مفادات کے نگران بن کر ان کے ہر عمل میں شریک ہیں۔ قرآن پاک کی بے حرمتی پاکستان کا ہی نہیں پوری امت مسلمہ کا مسئلہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صاف کہا ہے کہ "اے اہل ایمان یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ"۔ اس کے بعد نعیم اختر عدنان صاحب نے مظاہرین سے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن پاک کی بے حرمتی اصل میں ان واقعات کا تسلسل ہیں جو کہ افغانستان پر امریکی حملے کے ساتھ عالم اسلام پر شروع ہوئے ہیں۔ اس جنگ میں جہاں مسلمانوں پر عسکری لحاظ سے حملے کئے جا رہے ہیں وہیں عالم اسلام کے مذہبی جذبات سے بھی کھیلا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کی بے حرمتی کے اصل مجرم صدر بش اس کے رائٹ میں ٹونی بلیئر اور صلیبی جنگ کے فرنٹ مین ہمارے حکمران ہیں۔ امریکی رائے عامہ کے ترجمان واشنگٹن ٹائمز نے کارٹون شائع کر کے دہشت گردی کی نام نہاد جنگ میں روشن خیالی کے جنون میں مبتلا اپنے مددگاروں کو ان کا اصلی چہرہ دکھا دیا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی لاہور ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قرآن پاک کی بے حرمتی اصل میں توہین رسالت ہے انہوں نے کہا کہ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اس شرمناک واقعے پر حکومت پاکستان امریکہ سے سفارتی تعلقات منقطع کر لے اور جب تک امریکہ اپنے فوجیوں کے جرم پر معافی نہیں مانگتا تعلقات بحال نہ کئے جائیں۔ اس کے علاوہ تمام مسلم ممالک سے بھی کہا جائے کہ وہ بھی امریکہ سے اپنے سفارتی تعلقات ختم کر دیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ امت مسلمہ کو آج یہ دن کیوں دیکھنا پڑ رہے ہیں اس لیے کہ وہ ناتواں اور کمزور ہیں۔ کیوں کمزور ہیں اس لیے کہ انہوں نے آج قرآن کو اپنا امام نہیں بنایا۔ حالانکہ اسی قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اور نہ غم کھاؤ اور نہ ہمت ہارو تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو"۔ قرۃ العین صاحب نے کہا صدر بش خود بہت بڑا دہشت گرد ہے لہٰذا اسے گوانتانا موبے میں قید کیا جائے۔ انہوں نے قرآن پاک کی بے حرمتی کے مرتکب افراد کو قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ گوانتانا موبے کے فوجیوں سے کی گئی تحقیقاتی رپورٹ پاکستان کو پیش کرے۔ اس موقع پر رفقاء نے بینرز، پلے کارڈز اور تنظیم اسلامی کے جھنڈے اٹھا رکھے تھے۔ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے صحافیوں کی معقول تعداد نے کور کیا۔ (مرتب کردہ: محمد یونس، معتمد تنظیم اسلامی حلقہ لاہور)

امیر تنظیم اسلامی کا دورۂ حلقہ پنجاب وسطی

حلقہ پنجاب وسطی تین اضلاع ٹوبہ، جھنگ اور لیہ پر مشتمل ہے۔ اس کے رفقاء سے بالمشافہ ملاقات اور ان کے مسائل سے آگاہی کے لیے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب ماہ اپریل میں ان تینوں اضلاع میں تشریف لے گئے۔ ان کے ہمراہ ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی صاحب اور امیر حلقہ مختار حسین فاروقی صاحب بھی تھے۔

9 اپریل بروز ہفتہ رات جھنگ میں گزارنے کے بعد 10 اپریل صبح لیہ کے لیے روانہ ہوئے۔ وہاں تنظیم کے ملتزم رفیق چوہدری صادق علی صاحب کی رہائش گاہ پر رفقاء و احباب کا تربیتی اجتماع تھا۔ ناشتے کے بعد پروگرام کا آغاز امیر حلقہ نے تلاوت قرآن حکیم سے کیا اور شرکاء کو آگاہ کیا کہ اجتماع کا مقصد فرائض دینی کی یاد دہانی ہے۔ راقم نے نظم کے تقاضوں پر اظہار خیال کیا۔ چوہدری صادق علی صاحب نے انفاق کی اہمیت واضح کرتے ہوئے بتایا کہ ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ کے دین کی نشر و اشاعت اور اس کے غلبہ کی جدوجہد میں جان و مال کو لگایا اور کھپایا جائے۔ ناظم اعلیٰ نے داعی کے کردار پر نہایت مدلل اور مؤثر انداز میں گفتگو فرمائی۔ آپ نے بتایا کہ داعی کا قول اور عمل دونوں دعوت و تبلیغ کے انداز ہیں۔ پروگرام کے آخر میں امیر تنظیم عاکف سعید صاحب نے نصب العین کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ شہادت علی الناس کے فریضے کی ادائیگی بغیر جماعت کے ممکن نہیں جبکہ اس فریضے کی ادائیگی کے حوالے سے انفرادی حیثیت میں ہمارے پیش نظر صرف اللہ کی رضا کا حصول اور اُخروی فلاح ہونا چاہیے۔

چائے کے مختصر وقفے کے بعد قریباً 12 بجے چوہدری صادق علی صاحب کے صاحبزادے محمد سہیل کے حفظ قرآن کی تکمیل کے سلسلہ میں ایک تقریب ہوئی۔ ایک وسیع و عریض پنڈال میں کم و بیش 150 احباب جمع تھے۔ اور تقریباً 50 خواتین کے لیے علیحدہ باپردہ نشست کا انتظام تھا۔ تقریب کے آغاز میں محترم فاروقی صاحب نے فرمایا کہ اولین ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم میں یہ احساس پیدا ہو کہ یہ قرآن کتنی بڑی نعمت ہے۔ اور یہ اس حقیقت کا زندہ ثبوت ہے کہ جس ہستی پر یہ قرآن نازل ہوا وہ اللہ کے رسول ہیں حافظ عاکف سعید صاحب نے فرمایا کہ حفظ قرآن بہت بڑی فضیلت ہے اور حفاظت قرآن کا ذریعہ ہے۔ ہمیں چاہیے کہ قرآن کی تلاوت اس نیت سے کریں کہ اس پر عمل کرنا ہے۔ برخوردار سہیل کے حفظ قرآن کے استاد محترم کی دعا پر تقریب کا اختتام ہوا۔

بعد دوپہر ہفت روزہ "صبح پاکستان" کے لیے مقامی صحافی انجم صحرائی صاحب نے امیر تنظیم اسلامی کا انٹرویو ریکارڈ کیا۔ اسی روز نماز مغرب کے بعد امیر محترم نے لیہ کے رفقاء سے ملاقات کی اور کئی ایک معاملات پر تبادلہ خیال ہوا۔

11 اپریل بروز سوموار امیر تنظیم ٹوبہ تشریف لائے تو راقم کی رہائش گاہ پر مقامی کالج کے چند پروفیسر صاحبان سے چائے پر ملاقات ہوئی۔ نماز ظہر کے بعد الصدیق لائبریری ٹوبہ سے متصل ایک کمرے میں تقریباً 40 رفقاء و احباب سے امیر تنظیم نے "موجودہ دور میں ہماری ذمہ داریاں" کے موضوع پر نہایت جامع خطاب فرمایا۔

ٹوبہ کے رفقاء سے بالمشافہ ملاقات اور باہمی گفتگو بھی ہوئی۔ بعد ازاں ناظم اعلیٰ اور امیر حلقہ کی معیت میں امیر تنظیم جھنگ تشریف لے گئے۔ وہاں نماز مغرب کے بعد قریباً 40 رفقاء و احباب سے خطاب فرمایا۔ اور پھر مقامی رفقاء سے تعارفی میٹنگ ہوئی۔ طعام کے بعد امیر تنظیم اور ناظم اعلیٰ لاہور کے لیے روانہ ہوئے۔ (مرتب: پرویز خلیل الرحمٰن)

حلقہ سرحد جنوبی کے زیر اہتمام احتجاجی مظاہرہ

سرحد جنوبی میں یہ مظاہرہ جو کہ خاموش واک کی صورت میں تھا، جامع مسجد ہشتنگری سے بعد نماز جمعہ شروع ہوا اور ہشتنگری، بازار کریم پورہ، گھنٹہ گھر، چوک یادگار، ابریشم گراں، پیپل منڈی، مسجد قاسم علی خان، بازار مسگراں، قصہ خوانی، خیبر بازار سے ہوتا ہوا خیبر بازار میں سوئیکارنو چوک پر ختم ہوا۔ اس مظاہرہ میں ٹی بورڈ اور ہینڈ بل کے ذریعہ اپنا پیغام پہنچانے کی کوشش کی۔ 12 ہزار ہینڈ بل چھاپے گئے تھے جس میں سے تقریباً 7/8 ہزار کے درمیان مظاہرے کے دوران تقسیم کیے گئے۔ باقی ماندہ کو اسرہ جات اور چند منفرد رفقاء کو ارسال کر دیا گیا۔ اس مظاہرہ میں کل 38 رفقاء اور 10 احباب نے شرکت کی۔

حلقہ سرحد کے کل رفقاء 146 میں 38 رفقاء کی شرکت کے حساب سے فیصد حاضری 26.03 بنتی ہے۔ ملتزم رفقاء کی حاضری حوصلہ افزا رہی جبکہ مبتدی رفقاء کی حاضری مایوس کن ہے۔ یہ مظاہرہ تقریباً ڈھائی بجے شروع ہوا اور تقریباً ساڑھے تین بجے تک جاری رہا۔ اس کے بعد رفقاء کو طعام کے لیے دفتر تنظیم اسلامی پشاور میں لے جایا گیا۔ (رپورٹ: فتح محمد)

ماہانہ تنظیمی و تربیتی پروگرام بہاولپور

تنظیم اسلامی بہاولپور کا ماہانہ تنظیمی و تربیتی اجتماع مرکز بہاولپور میں 24 اپریل بروز اتوار صبح دس بجے سے نماز ظہر تک جاری رہا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ ناظم تربیت حلقہ بہاولنگر جناب ذوالفقار علی صاحب نے تمہیدی گفتگو سے پروگرام کا باقاعدہ آغاز کیا۔ جس میں آپ نے کائنات اور انسان کے مقصد تخلیق کو واضح کیا کہ دین کے ہم پر کچھ فرائض ہیں جس کے تین درجات ہیں پہلا خود کو اللہ کی بندگی میں دینا۔ پھر اس پیغام بندگی کو دوسروں تک پہنچانا، تیسرا اس نظام بندگی کو بالفعل قائم کرنے کی کوشش میں لگ جانا۔ اس کے بعد امیر حلقہ جناب محمد منیر احمد صاحب نے درس قرآن دیا۔ انہوں نے منتخب نصاب نمبر 2 کے درس نمبر 8 یعنی اقامت دین کی جدوجہد کرنے والی جماعت کی ہیئت ترکیبی اور تنظیمی اساس پر درس دیا۔ وقفہ کے بعد درس حدیث ہوا۔

اس کے بعد امیر حلقہ صاحب نے اختتامی گفتگو فرمائی اس دوران مرکزی ناظم مالیات جناب مختار احمد خان صاحب بھی تشریف لا چکے تھے انہوں نے اپنا تعارف کرایا اور اپنے آنے کا مقصد بھی

رفقاء کو بتایا۔ کہ وہ تنظیم کے حسابات کا آڈٹ کرنے کے لیے لاہور سے آئے ہیں۔ اس کے ساتھ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ: سجاد سرور)

تنظیم اسلامی میرپور کا ماہانہ شب بسری پروگرام

23 اپریل بروز ہفتہ جامع مسجد دارالسلام جتی میں نمازِ مغرب کے بعد ماہانہ شب بسری پروگرام کا آغاز ہوا۔ یہ پروگرام سیرت النبی ﷺ کے عنوان سے طے کیا گیا تھا۔ نماز کے بعد امیر تنظیم سید محمد آزاد نے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 21 کی روشنی میں سیرت اور اُسوہ حسنہ پر اجمالاً گفتگو کی۔

غلام سلطان رفیق تنظیم نے سورۃ العصر میں وارد شدہ دو اصطلاحات ''تواصی بالحق'' اور ''تواصی بالصبر'' کو سادہ اسلوب میں بیان کیا اور بتایا کہ نبی اکرم ﷺ نے کس طرح حق کی دعوت اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے اعلان اور نفاذ میں مسلسل 23 سال صرف کیے اور اس راہ میں پیش آمدہ مشکلات کو صبرو ثبات سے برداشت کیا۔ نقیب اسرہ قاضی محمود اختر نے دعوت وتبلیغ کی حکمت اور اہمیت پر مدلل گفتگو کی۔ محترم رفیق صاحب نے بتایا کہ حضور ﷺ حقوق العباد کی پاسداری کس طرح فرمایا کرتے تھے۔ اسرہ میرپور شہر کے نقیب افتخار احمد نے سورۃ فاتحہ پر مختصر مگر جامع درسِ قرآن دیا۔

نمازِ عشاء اور اجتماعی کھانے کے بعد دوسری نشست میں بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب پر مشتمل وڈیو کیسٹ ''سیرت النبی ﷺ : آئینہ قرآنی میں'' دکھایا گیا جسے جملہ حاضرین نے نہایت توجہ اور انہماک سے سنا۔ یہ ریکارڈنگ تاج محل ہوٹل کراچی کی ہے۔

اس کے بعد حُسنِ قرأت کا پروگرام ہوا۔ استاد القراء قاری منشاء الرحمٰن (میرپور) قاری عبداللطیف صدیقی فلور ملز' قاری محمد حنیف مدرس اور قاری محمد شفیق نے خوبصورت اور خوش الحانی سے کلام پاک کی تلاوت سے سماں باندھ دیا۔ بعد ازاں شرکاء نے اپنا اپنا تعارف پیش کیا اور اس طرح سوا گیارہ بجے اس نشست کا اختتام ہوا۔ رات کی اس نشست میں 35 حضرات نے شرکت کی۔

اگلی صبح تمام حاضرین نے نمازِ تہجد سے آغاز کیا۔ تہجد کے بعد قاری منشاء الرحمٰن صاحب نے تجوید سے قرآن پڑھنے کی اہمیت بیان کی اور قرآن صحیح پڑھنے کے چند اُصول بیان کیے۔ بعد ازاں مسنون دعاؤں کا مذاکرہ ہوا۔ نمازِ فجر کے بعد سید محمد آزاد نے سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کا درس دیا۔ درس کے بعد چاشت کے نوافل ادا کیے گئے۔ ناشتہ کے بعد میٹنگ ہوئی جس میں فیاض اختر میاں صاحب نے رفقاء اور احباب سے نہایت عمدہ اسلوب میں علمی گفتگو فرمائی اور اگلی شب بسری میرپور شہر میں منعقد کرنے کی پیش کش بھی کی۔ صبح کے پروگرام میں لگ بھگ 20' 22 افراد شریک ہوئے۔ پروگرام 6 بجے ختم ہو گیا اور رفقاء و احباب نئے جذبوں سے سرشار گھروں کو روانہ ہو گئے۔ (رپورٹ: نعیم الرحمٰن)

اُسرہ نوشہرہ کینٹ کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں دورانِ ماہ اپریل 2005ء

1۔ مورخہ یکم اپریل 2005ء بروز جمعہ بعد نمازِ عصر اُسرے کا ہفتہ وار اجتماع منعقد ہوا جس میں 4 رفقاء نے شرکت کی۔ نقیب اُسرہ قاضی فضلِ حکیم نے ''انسانی اور حیوانی تقاضے'' کے موضوع پر درس دیا۔ درس کے بعد کچھ ضروری معاملات طے ہوئے۔ جس میں الھدیٰ کورس کے متعلق بات ہوئی جو کہ 14 اپریل 2005ء کو مرکز تنظیم اسلامی نوشہرہ میں شروع ہو رہا ہے۔ جس کا نصاب ناظرہ قرآن اور ترجمۂ قرآن پر مشتمل ہے۔ نقیب اُسرہ نے کورس کی بھرپور تشہیر اور اس میں احباب کے ساتھ ساتھ رُفقاء کی شرکت پر زور دیا۔ اس کے بعد دعوتی اجتماعات کے بارے میں مشورہ ہوا کہ ہر رفیق مہینے میں ایک دعوتی اجتماع کا اہتمام کرے گا۔

2۔ مورخہ 12 اپریل 2005ء بروز ہفتہ جامع مسجد آرمر کالونی نوشہرہ کینٹ میں بعد نمازِ مغرب ایک دعوتی اجتماع ہوا جس میں 4 رُفقاء اور 100 کے قریب احباب نے شرکت کی۔ نماز کے فوراً بعد میزبان رفیق میاں عامر معین نے لوگوں کو انذار اور نہایت خلوص کے ساتھ اجتماع میں شرکت کی دعوت دی جس کے نتیجے میں 80 فیصد افراد شریک ہوئے نقیب اُسرہ قاضی فضل حکیم نے ''مشکل ترین ایمان'' یعنی ایمان بالآخرہ پر سیر حاصل گفتگو کی۔

3۔ مورخہ 18 اپریل 2005ء بروز جمعہ بعد نمازِ عصر اُسرے کا ہفتہ وار اجتماع ہوا جس میں 9 رُفقاء نے شرکت کی۔ نقیب اُسرہ نے سورہ یونس کے آخری رکوع کا درس دیا جس میں بندگی رب' توحید' اتباع قرآن اور نبی اکرم ﷺ کی حیثیت جیسے عنوانات پر گفتگو کی۔ اُس کے بعد بورڈ کے ذریعے ''کسی کام کو کرنے کے لیے اہمیت اور محبت'' پر لیکچر دیا جس میں اُنہوں نے یہ واضح کیا کہ کسی بھی کام کو کرنے کے لیے اہمیت اور محبت درکار ہوتی ہے تب ہی وہ کام نتیجہ خیز اور مؤثر ہوگا۔ نقیب اُسرہ نے کہا کہ ہفتہ کے 168 گھنٹوں میں سے صرف 2 گھنٹے اس ہفتہ وار اجتماع کے لیے درکار ہیں جو ہماری اہمیت اور محبت کے حامل ہو جائیں تو اس کا خوشگوار اثر ظاہر ہوگا۔

4۔ مورخہ 15 اپریل 2005ء بروز جمعہ بعد نمازِ عصر اُسرے کا ہفتہ وار اجتماع ہوا جس میں 9 رُفقاء نے شرکت کی۔ قاضی فضل حکیم نے سورۃ المنافقون کا درس دیا جس میں نفاق کی مضمرات' نقصانات اور اُس سے بچاؤ کے طریقوں پر بھرپور گفتگو کی۔ درس کے بعد سوال وجواب ہوئے۔ اس کے بعد رُفقاء کی طرف سے کچھ تجاویز سامنے آئیں جس میں فتح اللہ جان صاحب نے ہفتہ وار اجتماع میں احباب لانے کی تجویز دی۔ نصراللہ صاحب نے ایک روزہ یا شب بسری منعقد کرنے کی تجویز دی۔ محمد حامد نے خواتین کے لیے مرد رفقاء میں سے بہتر مقرر کے ذریعے تعلیم وتذکیر کی ضرورت پر زور دیا۔

5۔ مورخہ 22 اپریل 2005ء بروز جمعہ بعد از نمازِ عصر ہفتہ وار اجتماع کا انعقاد ہوا۔ جس میں 9 رُفقاء اور 5 احباب نے شرکت کی۔ اس دفعہ ڈاکٹر حافظ مقصود صاحب درسِ قرآن دینے کے لیے مردان سے تشریف لائے تھے۔ نقیب اُسرہ سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر تقریر کے سلسلے میں پشاور گئے تھے جس کی عدم موجودگی میں نقابت کی ذمہ داری میاں عامر معین کے ذمے تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے سورۃ التغابن کے دوسرے رکوع کی پہلی تین آیات کا درس دیا جو کہ ایمانِ حقیقی کے موضوع پر مشتمل تھا۔ اُنہوں نے آیات کے مفہوم کو مختلف مثالوں سے واضح کرنے کی اچھی کوشش کی اور فرمایا کہ ایمانِ حقیقی جنہیں نصیب ہو جائے اُس میں تین خصوصیات پیدا ہو جاتی ہے۔ تسلیم ورضا' اطاعت وعمل اور اعتماد وتوکل باللہ۔ ایسے شخص پر چاہے جتنی مصیبتیں آ جائیں وہ مایوس نہیں ہوتا اور نہ ہی خوشی کے موقع پر مغرور ہوتا ہے بلکہ متوازن رہتا ہے۔ درس کے بعد معمول کے مطابق کچھ معاملات طے ہوئے جس میں 29 تاریخ کو پشاور میں مجوزہ مظاہرے میں رفقاء کی شرکت اور آمدورفت کے لیے مشورہ ہوا۔ آخر میں یہ طے ہوا کہ آئندہ اجتماع سے قرآن حکیم کے منتخب نصاب کی تدریس کا باقاعدہ آغاز ہوگا جس میں تمام رُفقاء اپنی بروقت شرکت کو یقینی بنائیں۔

6۔ مورخہ 22 اپریل 2005ء بروز جمعۃ المبارک بعد از نمازِ مغرب جامع مسجد رہائشی کالونی پشاور میں سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے قاضی فضل حکیم نے ''نبی اکرم ﷺ اور ہم'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ 60 کے قریب افراد نے اس اجتماع میں شرکت کی۔

7۔ مورخہ 24 اپریل 2005ء بروز اتوار بعد نمازِ عصر جامع مسجد گاؤں ہاتھیان ضلع مردان میں دعوتی اجتماع منعقد ہوا۔ اجتماع کے میزبان منفرد رُفقاء نور محمد سید صاحب اور شیر قادر صاحب تھے۔ ''عبادتِ رب'' کے موضوع پر قاضی فضل حکیم نے وائٹ بورڈ پر قرآنی آیات' احادیث' تاریخ' اشعار' سیرت اور شرکاء کی مقامی اور روزمرہ زندگی سے مثالوں کے ذریعے واضح اور جامع بات کی۔ مجموعی طور پر 70 افراد نے اس بھرپور دعوتی اجتماع میں شرکت کی۔

8۔ مورخہ 29 اپریل 2005ء بروز جمعۃ المبارک 12 بجے رفقاء مرکز تنظیم اسلامی نوشہرہ سے مظاہرے میں شرکت کے لیے پشاور روانہ ہوئے۔ پشاور پہنچ کر جامع مسجد فیض القرآن میں جمعہ کی نماز پڑھی جہاں پر پشاور' مردان' بنوں کے رُفقاء پہلے سے موجود تھے۔ نماز کے بعد مقامی تنظیم کے امیر خورشید انجم صاحب نے مظاہرہ کے لیے ہدایات دیں۔ اس کے بعد امیر سرحد جنوبی میجر (ر) فتح محمد صاحب کی امارات میں مظاہرہ شروع ہوا۔ ہشتنگری بازار' کریم پورہ' گھنٹہ گھر' چوک یادگار' پیپل منڈی' مسجد قاسم علی خان' بازار مسگراں' قصہ خوانی اور خیبر بازار سے ہوتا ہوا سوئیکارنو چوک پر ختم ہوا۔ اس مظاہرے میں ٹی بورڈز اور دس ہزار ہینڈ بلز کے ذریعے طاغوت سے بغاوت اور اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا پیغام پہنچانے کی کوشش کی۔ (مرتب: جان نثار اختر)

عالم اسلام کی خبریں

تاج محل...... انتہا پسند ہندوؤں کا اگلا نشانہ

مغل بادشاہ شاہ جہان کا تعمیر کردہ مقبرہ "تاج محل" دنیا کے سات جدید عجائبات میں شامل ہے۔ شاہ جہاں نے یہ اپنی چہیتی بیگم ممتاز محل کی یادگار کے طور پر بنوایا تھا۔ ساری دنیا جانتی اور مانتی ہے کہ اس میں شاہ و ملکہ کی قبریں ہیں۔ اسی لیے حال ہی میں سنی وقف بورڈ نے بھارتی حکومت سے استدعا کی ہے کہ یہ مقبرہ اس کی تحویل میں دے دیا جائے۔ یہ وقف پورے بھارت میں مسلمانوں کے مزاروں' مقبروں اور قبرستانوں کی حفاظت و دیکھ بھال کرتا ہے۔

جب انتہا پسند ہندوؤں کی جماعت وشوا ہندو پریشد نے یہ سنا تو اس کے رہنماؤں کو آگ لگ گئی۔ انہوں نے فوراً دعویٰ کر دیا کہ یہ مقبرہ ایک مندر گرا کر تعمیر کیا گیا تھا' اس لیے مقبرے کو مندر قرار دے کر ہندوؤں کے حوالے کر دیا جائے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ مقبرے کے بند تہہ خانے میں اس سلسلے میں ایک راز پوشیدہ ہے' وہ یہ کہ اس میں مندر کے ستون اور اس کی بچی کھچی اشیاء پڑی ہیں۔

یاد رہے کہ یہ تہہ خانہ عرصہ دراز سے بند ہے اور آج تک کوئی اس کے اندر جا نہیں پایا۔ آگرہ میں جنتا پارٹی کے مقامی ناظم اور رکن صوبائی اسمبلی برانیم سوامی کہتے ہیں: "ایک بار میں نے 1978ء میں تہہ خانہ دیکھنے کی کوشش کی تھی مگر مجھے روک دیا گیا۔ میں نے مرار جی ڈیسائی (سابق وزیر اعظم) سے رابطہ کیا تو وہ کہنے لگے کہ میں اس معاملے کو دبا دوں' کیونکہ قومی سلامتی کا تقاضا ہے کہ تہہ خانہ بند رکھا جائے"

اس ضمن میں محکمہ آثار قدیمہ کی طرف سے 1958ء تا 1976ء کے کسٹوڈین غلام علی قمر بتاتے ہیں: "کسی کو نہیں معلوم کہ اس تہہ خانے میں کیا ہے۔ ایک بار ہم نے ڈرل مشین کے ذریعے دیوار میں سوراخ کرنے کی کوشش کی تھی تاکہ اس کے پار دیکھ سکیں' مگر دیوار اتنی موٹی تھی کہ ہم اس میں دراڑ تک نہیں ڈال سکے"۔ بھارت کے ممتاز تاریخ داں اکلاش مثھل اس سلسلے میں بتاتے ہیں: "پریشد کے اس دعویٰ میں صداقت نہیں کہ مقبرے کی تعمیر سے قبل وہاں مندر موجود تھا۔ یہ ثبوت موجود ہیں کہ مغلوں نے وہ زمین مہاراجہ جے پور سے خریدی تھی۔ مزید برآں میں نے ایک ایسا نقشہ دیکھ رکھا ہے جس کے مطابق تاج محل سے پہلے متعلقہ جگہ پر ایک باغ موجود تھا۔ وہاں کوئی مندر نہیں بنایا گیا تھا۔

اس معاملے سے صاف ظاہر ہے کہ انتہا پسند ہندو اپنی کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر پریشد نے اپنے پیروکاروں کو حکم دیا کہ وہ تاج محل میں پوجا پاٹ کرنے لگیں تو بابری مسجد کی شہادت جیسا سانحہ دوبارہ رونما ہو سکتا ہے اور شاید انتہا پسند ہندو یہی چاہتے ہیں' کیونکہ ان کی قوت رفتہ رفتہ گھٹ رہی ہے۔

اگر وشوا ہندو پریشد اور سنی وقف بورڈ کے درمیان کوئی فیصلہ نہ ہوا تو معاملہ عدالت میں پہنچ جائے گا۔ اس ضمن میں بورڈ کے سربراہ حافظ عثمان کہتے ہیں: "تاج محل ہمارا ہے اور ہم یہ دعویٰ ہر پلیٹ فارم پر ثابت کر کے رہیں گے۔ اگر اپنا حق حاصل کرنے کے لیے ہمیں سپریم کورٹ تک جانا پڑا تو ہم جائیں گے"۔ یہ واضح رہے کہ بورڈ نے بھارتی حکومت سے یہ بھی درخواست کی ہے کہ ہر سال تیس لاکھ سیاحوں کی تاج محل آمد سے حکومت کو جو تین لاکھ ڈالر کی آمدنی ہوتی ہے' اس میں سے سات فیصد بورڈ کو دیا جائے۔

مصر میں صدارتی انتخابات

آنے والے موسم خزاں میں عالم اسلام کے ایک اہم ملک مصر میں صدارتی انتخابات ہو رہے ہیں۔ یہ اس لحاظ سے منفرد ہیں کہ پچاس برس بعد ان میں ایک سے زیادہ امیدوار کھڑے ہوں گے۔ 1952ء میں فوجی بغاوت نے مصر سے بادشاہت کا خاتمہ کر دیا تھا' تب سے اقتدار فوجی حکمرانوں کے پاس ہے۔ حالیہ صدر مبارک چوبیس برس سے مصر کے سیاہ و سفید کے مالک ہیں اور ان کا چوتھا چھ سالہ دور اس موسم خزاں میں ختم ہو رہا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس بار وہ خود کھڑے ہوں گے یا بڑھاپے اور بیماری کے باعث اپنے بیٹے کو کھڑا کریں گے جسے انہوں نے "ولی عہد" کے طور پر تیار کیا ہے۔

مصر میں حزب اختلاف سیاسی اصلاحات لانے کے لیے جلسے جلوس نکال رہی ہے' مگر ان میں زیادہ لوگ شریک نہیں ہوتے۔ حزب اختلاف کے مطابق اس کی وجہ یہ ہے کہ مصر میں "خوف کا کلچر" موجود ہے۔ اخوان المسلمون اور جماعت کفایہ حزب اختلاف کی سب سے بڑی پارٹیاں ہیں۔ ان کے رہنماؤں کا کہنا ہے کہ لوگ حکومت کے خلاف بولنے یا مظاہرہ کرنے سے گھبراتے ہیں' کیونکہ کچھ سرکاری خفیہ ایجنسیاں اور پولیس ان کے پیچھے پڑ جاتی ہیں اور انہیں تنگ کرتی ہیں۔

بہر حال فی الوقت جائزوں کے مطابق صدر حسنی مبارک کا پلہ بھاری ہے اور صدارتی انتخابات میں ان کی یا ان کے نمائندے کی جیت کا امکان زیادہ ہے۔ اخوان المسلمون اور کفایہ کے رہنما یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ ایک نہ ایک دن مصری عوام بھی یوکرین اور جارجیا کی طرح حکمرانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور انہیں نکال باہر کریں گے۔

بیاسی فیصد افغان واپسی پر رضامند نہیں

اس وقت پاکستان میں تیس لاکھ پینتالیس ہزار دو سو پچیس افغان مہاجرین رہائش پذیر ہیں۔ ایک حالیہ سروے کے مطابق ان میں سے 82 فیصد یعنی پچیس لاکھ' سترہ ہزار' پانچ سو اٹھاون واپس افغانستان نہیں جانا چاہتے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہاں ملازمت کے مواقع نہایت کم ہیں اور سیکورٹی کی صورت حال مخدوش ہے۔ اس کے علاوہ 20 فیصد افغان مہاجرین دشمنیوں کے باعث اپنے وطن نہیں جانا چاہتے۔ یہ سروے حکومت پاکستان نے اقوام متحدہ کے تعاون سے منعقد کروایا ہے۔

سروے رپورٹ کے مطابق 62 فیصد افغان صوبہ سرحد اور فاٹا کے علاقوں میں رہائش پذیر ہیں۔ باقی پاکستان کے تینوں صوبوں میں مقیم ہیں۔ ان کی نسلی تقسیم کچھ یوں ہے: چوبیس لاکھ بیاسی ہزار ایک سو بیس پختون' باون ہزار بلوچی' ساٹھ ہزار سات سو تینتیس ترکمان' اکتالیس ہزار چار سو ساٹھ ہزارہ' اکہتر ہزار پانچ سو چھبیس ازبک اور دو لاکھ اکیس ہزار سات سو اٹھائیس تاجک۔

ذرائع کے مطابق افغان مہاجرین کے مستقبل کے سلسلے میں مختلف سطحوں پر بات چیت جاری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سہ فریقی معاہدہ مارچ 2006ء میں ختم ہو جائے گا' جس پر پاکستان' افغانستان اور یونائیٹڈ نیشنز ہائی کمشنر فار ریفیوجی نے دستخط کر رکھے ہیں۔ اسلام آباد میں ایک اعلیٰ عہدے دار کا کہنا ہے کہ حکومت پاکستان تمام مہاجرین کو "معاشی مہاجرین" قرار دے سکتی ہے۔ ان کی رجسٹریشن مکمل ہونے کے بعد انہیں پانچ سے دس برس کے لیے کام کے پرمٹ دیئے جائیں گے۔

قطر کا حیرت انگیز اقدام

قطری حکومت نے اسرائیل سے درخواست کی ہے کہ وہ اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں گردشی (rotating) نشست دلوانے کے لیے اس کی مدد کرے۔ یاد رہے کہ سیکورٹی کونسل کے کل پندرہ رکن ہوتے ہیں۔ ان میں سے پانچ تو مستقل ہیں جب کہ دس عارضی طور پر بنتے ہیں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ کسی عرب ملک نے سیکورٹی کونسل میں نشست حاصل کرنے کے لیے اسرائیل سے تعاون مانگا ہے۔

کویتی خواتین کو ووٹ کا حق مل گیا

کویتی حکومت کے دباؤ کے باعث کویتی پارلیمان نے آخر کار وہ قانون منظور کر دیا ہے جس کے ذریعے اب کویتی خواتین بھی آئندہ ہونے والے انتخابات میں ووٹ ڈال سکیں گی۔ اس بل کی مخالفت میں 23 ارکان اسمبلی نے جب کہ 35 ارکان نے حق میں ووٹ دیا۔ یاد رہے کویتی حکومت نے ارکان اسمبلی کا یہ مطالبہ منظور کر لیا ہے کہ خواتین ووٹروں کے لیے علیحدہ پولنگ اسٹیشن بنائے جائیں گے۔

Gibbon, a historian of world repute says, "A pernicious tenet has been imputed to Mohammadans, the duty of extirpating all the religions by sword." This charge based on ignorance and bigotry, says the eminent historian, is refuted by Quran, by history of Musalman conquerors and by their public and legal toleration of Christian worship. The great success of Mohammad's life had been effected by sheer moral force, without a stroke of sword.

While associating militancy to the roots of Islam, the "intellectual" supporters of the horrors in Iraq and 21st century concentration camps forget that Mohammed PBUH took all actions for establishing a way of life.

However, unlike the modern day fascists, whose shock and awe doesn't come to an end, the Prophet of Islam changed the whole strategy of the battlefield. The total number of casualties in all the wars that took place during his lifetime when the whole Arabian Peninsula came under his banner, does not exceed a few hundreds in all. Compare this with the continued American and Israeli carnage in occupied lands.

Even on the battlefield the Prophet of Islam taught the Arab barbarians to pray, to pray not individually, but in congregation to Allah Almighty. To the Arabs, who would fight for forty years on the slight provocation that a camel belonging to the guest of one tribe had strayed into the grazing land belonging to other tribe and both sides had fought till they lost 70,000 lives in all; threatening the extinction of both the tribes to such furious Arabs, the Prophet of Islam taught self-control and discipline to the extent of praying even on the battlefield. Compare this with the inhuman, criminal behavior and mindset of those at work in Abu Ghraib and Guantanamo.

The present day barbarians, who have turned Muslims into 21st century Jews in their respective countries, forget that Mohammed PBUH humanized even the Battlefield and strict instructions were issued not to cheat, not to break trust, not to mutilate, not to kill a child or woman or an old man, not to hew down date palm nor burn it, not to cut a fruit tree, not to molest any person engaged in worship. Compare this with Israel's record in the occupied Arab lands and the US record in Afghanistan and Iraq, not to speak of its wars in indo-China, South America and the nuclear holocaust in Japan.

Compare the conquest of Mecca with the Islam-bashers' conquest of Iraq and Afghanistan. At the conquest of Mecca, Mohammed PBUH stood at the zenith of his power. The city which had refused to listen to his mission, which had tortured him and his followers, which had driven him and his people into exile and which had unrelentingly persecuted and boycotted him that city now lay at his feet. By the laws of war he could have justly avenged all the cruelties inflicted on him and his people. But what treatment did he accord to them? Mohammad's heart flowed with affection and he declared, "This day, there is no REPROOF against you and you are all free." "This day" he proclaimed, "I trample under my feet all distinctions between man and man, all hatred between man and man."

In short, the problem is not with Islam, but with Muslims. If Muslims were real Muslims, living by Islam, it is highly unlikely that non-Muslims would not have inspired and impressed with their words, deeds and attitude. A real Muslim always fights against injustice, exploitation and tyranny. This is what is said in the Qur'an and is what the Prophet (PBUH) did in his life.

Muslims are the real culprit but there is nothing irredeemably evil with Islam. It is with the mindset that makes Islam-bashing fascists believes so. For Muslims, they have no one to blame but themselves. The more they merely claim to be Muslims but keep running away from living by Islam, the more their misery and humiliation will perpetuate.

Stay tuned for the far worse treatment of the so-called Muslims in the near future than the treatment of Jews at the hands of Hitler.

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور کا

تحریک پاکستان نمبر

زیرادارت: سید قاسم محمود

یہ دستاویزی شمارہ پانچ حصوں پر مشتمل ہے:

(1) پہلی جنگ آزادی سے قیام کانگرس تک (1857ء-1885ء)

(2) علی گڑھ تحریک سے تقسیم بنگال تک (1886ء-1905ء)

(3) قیام مسلم لیگ سے خطبہ الٰہ آباد تک (1906ء-1930ء)

(4) خطبہ الٰہ آباد سے دوسری جنگ عظیم تک (1930ء-1939ء)

(5) قراردادِ لاہور سے قیام پاکستان تک (1940ء-1947ء)

عام قارئین اور طالب علموں کے لیے یکساں مفید

90 صفحات پر مشتمل اس گراں قدر خصوصی شمارے کی قیمت 50 روپے ہے

(بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات اگر قیمت بذریعہ منی آرڈر یا ڈاک ٹکٹوں کی صورت میں پیشگی ارسال کردیں گے تو رجسٹرڈ ڈاک کے اخراجات مکتبہ برداشت کرے گا۔ وی پی پی منگوانے کی صورت میں ڈاک خرچ 20 روپے بذمہ خریدار ہوگا)

نوٹ: سابقہ خصوصی اشاعتوں میں سے سقوطِ ڈھاکہ نمبر، کشمیر نمبر اور نظریۂ پاکستان نمبر محدود تعداد میں دستیاب ہیں۔

مکتبہ خدام القرآن لاہور

K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 5869501-03

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No. 19

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

The search for real Muslims

In their quest for global dominance, the modern day fascists jump to judging Islam's underlying potential and goodness by the words and deeds of present day Muslims. Some of them try to invent a new version of Muslims and Islam to suit their totalitarian designs. The real problem, lies in the absence of real Muslims.

Daniel Pipes is the leading champion of claiming that Islam is not evil, it is "Islamism" that is evil. However, even his proof that Islam is not evil is limited to a couple of verses that are "moderate" and that in his view "there have been occasions of Muslim moderation and tolerance" ("The Evil Isn't Islam," published in July 2002).

This gives the Islam-bashers, like Lawrence Auster, an opportunity to argue that this is "like saying that Nazi Germany showed some concern for the well-being of the German people, and individual Nazis had their kindly side, and therefore Nazism was not evil" (Front Page magazine, January 28, 2005).

What we actually need to understand is that the moral conduct of individual Muslims today is not a reflection of the Qur'an and Sunnah at all, nor can we judge the goodness and wisdom of the Qur'an on the basis of the words and deeds of present day Muslims.

The key questions are: What do a majority of Muslims usually do—as opposed to what a few of them do in rare circumstances? What does Islam command its followers to do? Are a majority of Muslims violate the Qur'an all the time, or they practice it to the core?

What we see are the disobedient people for whose actions it is naivety to blame the religion. Of course Islam doesn't tell its followers to kill innocent people, women and children or consider such inhuman acts a Holy War. Undoubtedly, there is no evidence that the Qur'an exhorts its followers to slaughter non-Muslims for no reason at all. But there is a whole lot of other injunctions that Muslims violate as a daily routine.

Killing oneself and others is not an easy task to undertake even if it is for the glorification of one's deity. Just to please Allah, how can the so-called Muslims get engaged in self-destruction and indiscriminate killing of other human beings for no logical reason at all when they cannot follow other easy-to-obey-commands, such as to avoid interest (riba), adultery, bribery, drinking, lying, cheating, oppression and living by Islam day to day matters?

It is very interesting to note that Pipes is considered to be one of the most radical Islam-bashers. However, even he is not allowed by the super-fascists to give even a slightest benefit of doubt to Islam. He is attacked for arguing: "if one sees Islam as irredeemably evil, what comes next? This approach turns all Muslims—even moderates fleeing the horrors of militant Islam—into eternal enemies. And it leaves one with zero policy options. My approach has the benefit of offering a realistic policy to deal with a major global problem."

Not allowing Pipes to argue this much means that we are obligated to believe that Islam is irredeemably evil. Period. While judging Islam, it is naïve to argue that there is no factual or historical truth to claim otherwise. This amounts not only to throwing the history of the life of Prophet Mohammed and the period of four Caliphs after him into the dust bin, but also that their living by Islam to its core didn't produce any good ever at all.

Quoting two lines from Serge Trifkovic's book The Sword of the Prophet can never prove that Muslim civilisation which so many of the non-Muslims have described as glorious, was nothing but a "parasite civilisation" whose achievements "were mainly the work of its subject people such as Byzantines, Jews, and Indians."

The best of the Islam bashers' argument boils down to criticism of the concept of Jihad, Shari'ah, the status of women and Islam's earlier conquests, ignoring that for the last couple of hundred years Islam has not been a dominant force in international relations and in its absence we have had the largest amount of wars and killings in human history.

One needs to compare the modern day facts with the myths associated with Islam to understand the reality. For example, think of the myth about the Islamic concept of dhimmi and compare it with the modern day fact of gentiletude reflected in Israel's policy and the following statements:

All gentile children are animals. (Yebamoth 98a)

When a Jew murders a gentile, there will be no death penalty. What a Jew steals from a gentile he may keep. (Sanhedrin 57a)

Rabbi Yitzhak Ginsburg declared. "We have to recognize that Jewish blood and the blood of a goy are not the same thing." (NY Times, June 6, 1989)

Then consider the American Jihad in the Muslim world that is destroying the left over Muslim civilization This is the fighting creed that is sweeping over half the Muslim world, that is crushing and dispossessing entire populations, that subjects the survivors to the miserable choice between conversion to a new form of Islam — the "civil," "democratic," "moderate" American Islam — that treats Muslims struggling to live by Islam as a lower order of being, and that pronounces a death sentence on anyone who stands to the US, Israeli, Indian or Russian occupations or to the dictators they have imposed on Muslim populations.

While criticizing Islam's past, Western supremacists do not look at the catastrophic human destructiveness of what they are promoting in the name of democracy in the Muslim world. They even deny their ideology's aspirations to global social and religious dominance.

There is nothing inherently wrong with Islam. The problem is with Muslims and the Western supremacists. Western supremacism, which is accepted by a majority of Muslims as well, believes the US and its allies alone are right on all counts and they alone should rule and otherwise enjoy an exalted status over Muslims — from the UN chambers to the streets in the Muslim world.

This mindset infects worldview of the analysts writing in the so-called liberal New York Times as much as in the dark recesses of the conservative White House or the neo-cons' editing houses, like that of the Front Page magazine.

Those, whose bloody adventures in Palestine, Afghanistan and Iraq are not coming to an end, blame Islam for savage killings, treacherous and homicidal acts and 1,400 years old Islamic militancy.